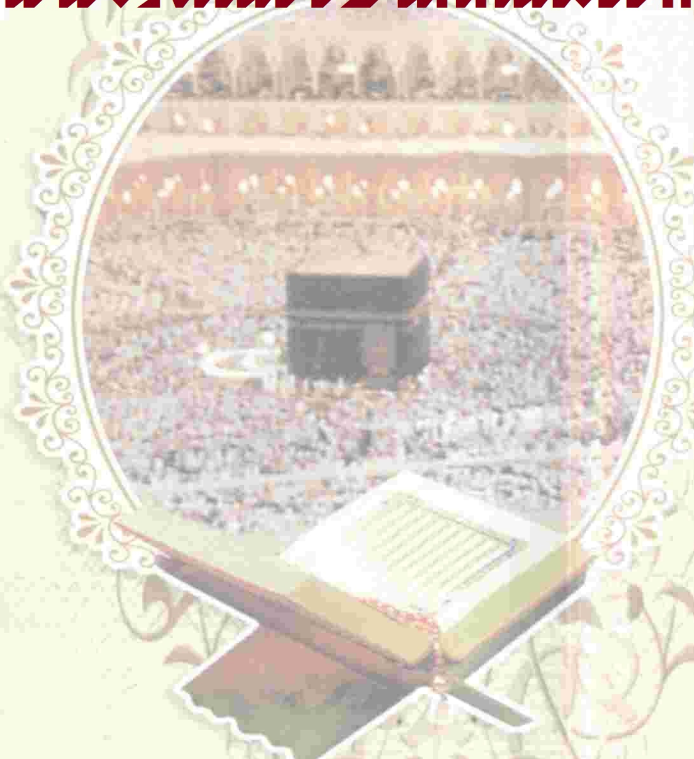
عمر بن عبد العزیز رح

منہج خلافتِ راشدہ کا ایک روشن باب



عبد الرشید عراقی



عمر بن عبد العزیز رح

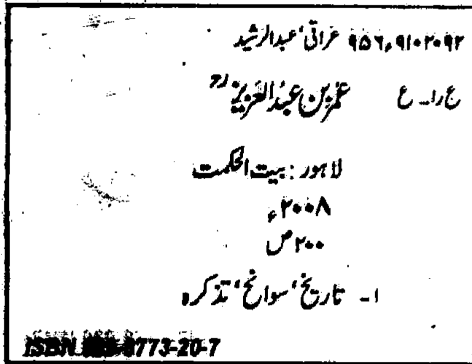
منہج خلافتِ راشدہ کا ایک روشن باب

عمر بن عبد العزیز رح

منہج خلافت راشدہ کا ایک روشن باب

عبد الرشید عراقی

کتاب سرائے
بیت الحکمت لاہور کا اشاعتی ادارہ
الحمد مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور



۹۵۶،۹۱۰۲۰۹۲ عراقی، عبدالرشید

ع را ۔ ع عمر بن عبدالعزیزؒ

لاہور : بیت الحکمت

۲۰۰۸ء

۲۰۰ ص

۱۔ تاریخ، سوانح، تذکرہ

ISBN [illegible]-8773-20-7

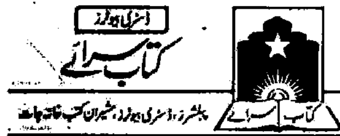
کتاب : عمر بن عبدالعزیزؒ

مصنف : عبدالرشید عراقی

اہتمام : بیت الحکمت، لاہور

مطبع : قدوسیہ اسلامک پریس لاہور

قیمت :



فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ
اردو بازار، لاہور فون: 7320318
ای میل: hikmat100@hotmail.com

کراچی میں ملنے کا پتہ
فضلی بک سپر مارکیٹ، اردو بازار، کراچی ۰۲۱:۲۲۱۲۹۹۱

فہرست

باب : ۱۰

باب : ۱۱



انتساب

اپنی بیٹی خولہ رشید عراقی کے نام

جو اس کتاب کی ترتیب میں میری معاون رہی

عبدالرشید عراقی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے بارے میں سنن ابی داوٗد میں امام ابوداوٗد سلیمان بن اشعث سجستانی (م ۲۷۵ھ) نے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ (م ۱۶۱ھ) کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

"خلفائے راشدین پانچ ہیں ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم"

تاریخ و سیر اور اسماء الرجال کی کتابوں میں ان کے عدل و انصاف، زہد و ورع تقویٰ وطہارت، علم و فضل، فہم و بصیرت، حفظ و ضبط، امانت و دیانت، ذکاوت و فطانت اور قضا و سیاست کے بے شمار واقعات محفوظ ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی سیرت پر سب سے پہلی کتاب امام ابومحمد عبداللہ بن عبدالحکم (م ۲۱۴ھ) نے تالیف فرمائی، اس کتاب کے بارے میں امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی رحمہ اللہ (م ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں کہ:

"امام ابن عبدالحکم نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے مناقب میں ایک کتاب لکھی ہے جو آپ کی سیرت جمیلہ اور حسن طریقت پر مشتمل ہے اور اس کتاب میں وہ نفائس ہیں جن کے علم و عمل سے استغنا نہیں۔"

(تہذیب الاسماء واللغات ۲/ ۲۱۷)

دوسری کتاب جو عمر بن عبدالعزیزؒ کی سیرت پر لکھی گئی، وہ علامہ حافظ عبدالرحمان

بن علی جوزی (م ۵۹۷ھ) کی ہے ابن جوزی نے اپنی اس کتاب میں صاحب ترجمہ کے حالات بڑی تفصیل سے لکھے اور ان کی علمی و دینی وقومی اور سیاسی خدمات کا بڑے عمدہ انداز میں تذکرہ کیا ہے۔

تاریخ پر جو کتابیں علمائے اسلام نے مرتب فرمائیں ان میں امام محمد بن جریر طبریؒ (م ۳۱۰ھ) نے اپنی تاریخ طبری میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے حالات اور ان کے عہد حکومت پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ ان کے علاوہ جو کتابیں تاریخ پر مرتب ہوئیں۔ وہ درج ذیل ہیں:

طبقات ابن سعد (علامہ محمد بن سعدؒ ' م ۲۳۰ھ)

تاریخ یعقوبی (علامہ احمد بن یعقوبؒ ' م ۲۸۴ھ)

مروج الذہب' (علامہ ابوالحسن علی بن حسین مسعودیؒ' م ۳۴۶ھ)

تاریخ بغداد (امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادیؒ' م ۴۶۳ھ)

المنتظم (حافظ عبدالرحمان بن علی جوزیؒ' م ۵۹۷ھ)

الکامل فی التاریخ (علامہ عزالدین ابن اثیر جرزی' م ۶۳۰ھ)

تاریخ الاسلام (حافظ شمس الدین ذہبیؒ ' م ۷۴۸ھ)

البدایہ والنہایہ (حافظ ابن کثیرؒ دمشقی' م ۷۴۸ھ)

تاریخ ابن خلدون (علامہ عبدالرحمان ابن خلدون' م ۸۰۸ھ)

تاریخ الخلفاء (حافظ جلال الدین سیوطیؒ ' ۹۱۱ھ)

وفیات الاعیان (علامہ احمد بن خلکانؒ ' م ۹۸۱ھ)

ان کتب میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا تذکرہ کئی حوالوں سے ملتا ہے۔

اسماء الرجال پر علمائے اسلام نے جو کتابیں مرتب فرمائیں۔ ان کتابوں میں بھی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے حالات تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں مثلاً:

تہذیب الاسماء واللغات۔ (امام بوزکریا یحییٰ بن شرف نوویؒ' م ۶۷۶ھ)

تذکرۃ الحفاظ (حافظ شمس الدین ذہبیؒ، م ۷۴۸ھ)

تہذیب التہذیب (حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، م ۸۵۲ھ)

اُردو زبان میں تاریخ اسلام پر جو کتابیں تصنیف ہوئیں ان سب میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے حالات اوران کے عہد حکومت کی داستان اور ان کے علمی و دینی اور قومی وملی وسیاسی کارناموں کو اجاگر کیا گیا ہے۔

اردو زبان میں سب سے پہلی کتاب جو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی سیرت پر لکھی گئی وہ مولانا عبدالسلام ندویؒ کی ہے جو پہلی بار غالباً ۱۹۴۰ء میں دارالمصنفین اعظم گڑھ سے شائع ہوئی۔

احقر نے اپنی اس کتاب میں جن عنوانات کے تحت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی سیرت اور ان کے عہد کی داستان اور ان کے علمی کارناموں پر روشنی ڈالی ہے یہ آپ فہرست سے ملاحظہ کرسکتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے تدوین حدیث کے سلسلہ میں جو عظیم خدمات انجام دیں وہ آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

میں پروفیسر حکیم راحت نسیم سوہدروی کا بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے ایک جامع ومعلوماتی تقریظ لکھی ہے۔ جس میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی علمی و دینی اور قومی وملی اور سیاسی خدمات کا بڑے عمدہ پیرائے میں تذکرہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو شرف قبول عطا فرمائے۔ اور دوام بخشے۔ اس ناچیز کی لغزشوں اور کوتاہیوں کو اپنے فضل وکرم سے معاف فرمائے اور رسول اکرم ﷺ کی محبت اور اتباع نصیب فرمائے۔ (آمین)

عبدالرشید عراقی

سوہدرہ۔ ضلع گوجرانوالا

۱۲۔ اپریل ۲۰۰۲ھ/۲۸ محرم ۱۴۲۳ھ

مقدمہ

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا تعلق خاندان بنوامیہ سے تھا۔

اسلام سے پہلے عرب کی طاقت کا مرکز قریش کا قبیلہ تھا! اور قبیلہ قریش کا رئیس عبدمناف اپنے دور میں جاہ وجلال کا مالک تھا۔ عبدمناف کے دو بیٹے ہاشم اور عبدالشمس بھی اپنے وقتوں میں عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ہاشم آنحضرت ﷺ کے جدِّ امجد تھے۔ عبدشمس کا بیٹا امیہ بھی بڑا نامور تھا۔

ہاشم اپنی لیاقت اور فیاضی کی وجہ سے عرب میں بہت زیادہ مشہور تھے۔ خانہ کعبہ کے انتظامات بھی ان کے سپرد تھے۔ قریش کی سپہ سالاری کا عہدہ بنی مخزوم کے پاس تھا۔ بعد میں یہ منصب بنوامیہ کو منتقل ہوگیا اور پھر اس کا سلسلہ اس کی اولاد میں جاری رہا۔ امیہ کے بیٹے حرب تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں جو جنگیں ہوئیں' وہ ان میں سپہ سالار تھے۔ حرب کے بعد ابوسفیان اس عہدہ پر سرفراز ہوئے۔ ظہور اسلام کے زمانے میں یہی سپہ سالار رہے۔ غزوۂ بدر میں ابوسفیان مکہ میں نہیں تھے اس لیے غزوۂ بدر میں کفار کی طرف سے عتبہ بن ربیعہ سپہ سالار تھے۔ اس کے بعد جو جنگیں ہوئیں یعنی غزوۂ احد اور غزوۂ خندق ان میں حسب معمول ابوسفیان سپہ سالار رہے۔

قریش کے دیگر قبیلوں کی طرح بنی اُمیہ بھی تجارت پیشہ تھے۔ ان کا بڑا وسیع کاروبار تھا اور مصر وشام تک ان کی تجارت کا دائرہ وسیع تھا۔ ہرقل فرمانروائے مصر کے نام جب رسول اللہ ﷺ نے دعوت اسلام کا خط لکھا تھا تو اس زمانہ میں ابوسفیان بسلسلہ تجارت مصر میں موجود تھے۔ چنانچہ ہرقل نے آنحضرت ﷺ کے بارے میں تحقیقات

ان سے ہی کی تھیں۔

بنو ہاشم اور بنو امیہ کے درمیان قدیم رشتہ داریاں اور عزیزانہ تعلقات تھے اور یہ دونوں خاندان عرب میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے بنو ہاشم کو نبوت کے شرف سے سرفراز کیا اور بنی امیہ کے مقابلہ میں ان کا پلہ بھاری ہوگیا تو بنی امیہ کی چشمک تیز ہوگئی۔ چونکہ فوج کی سرداری بنی امیہ کے پاس تھی، اس لیے ان کی مخالفت زیادہ تیز ہوگئی۔ اس لیے یہ بھی عام سرداران قریش کی طرح آنحضرت ﷺ کے مخالف ہوگئے اور ان کی یہ دشمنی ختم نہ ہوئی بلکہ آنحضرت ﷺ کی بعثت سے لے کر حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک یہ دشمنی قائم رہی۔ حضرت حسینؓ ۶۱ھ میں کربلا میں شہید ہوئے یعنی ۷۴ سال تک بنو ہاشم اور بنو امیہ کی آپس میں رقابت کا سلسلہ قائم رہا۔ امیہ اپنے چچا ہاشم سے ٹکرایا، ابوسفیان رسول اللہ ﷺ سے برسر پیکار ہوا، علیؓ اور معاویہؓ میں جنگ ہوئی، یزید اور حسینؓ کے درمیان جنگ ہوئی اور حضرت حسینؓ شہادت سے سرفراز ہوئے۔

جب آنحضرت ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا تو حضرت عثمانؓ بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ مشرف بہ اسلام ہوگئے۔ ان کا بنی امیہ کے مخالف کیمپ سے تن تنہا ہاشمی کیمپ میں آنا بڑی جرأت اور صداقت کی بات تھی اور اس کے بعد خاندان بنو امیہ کے کئی اور افراد بھی دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان نفوس کا اس طرح تزکیہ فرمایا کہ بنی ہاشم اور بنی امیہ کی دیرینہ رقابت محو ہو کر رہ گئی۔

بنو ہاشم اور بنو امیہ میں رشتہ داریاں بھی ہوئیں۔ آنحضرت ﷺ کی بڑی صاحبزادی کا نکاح ابوالعاص بن ربیع سے ہوا۔ ابوالعاص کا تعلق بنو امیہ سے تھا۔ آنحضرت ﷺ کی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ جو ابوسفیان بن حرب کی بیٹی اور امیر معاویہ بن ابوسفیان کی بہن تھیں، آنحضرت ﷺ کے نکاح میں

تھیں۔

ابوسفیان جو اسلام اور مسلمانوں کے سب سے بڑے مخالف تھے' ان کے حضرت عباس بن عبدالمطلب سے دیرینہ تعلقات تھے۔ فتح مکہ کے بعد حضرت عباسؓ ہی نے ان کو آنحضرت ﷺ سے معافی دلوائی تھی۔

خاندان بنو امیہ میں حضرت امیر معاویہؓ بن ابوسفیانؓ پہلے شخص ہیں جنھوں نے خود اپنے قوت بازو سے شام میں مستقل حکومت قائم کی۔

۲۸ر ذی الحجہ ۲۳ھ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ اور یکم محرم ۲۴ھ کو آپ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ شہادت سے قبل حضرت عمرؓ نے چھ آدمیوں کی ایک کمیٹی تشکیل دی تھی کہ ان میں سے تین دن کے اندر نئے خلیفہ کا انتخاب کرلیا جائے چنانچہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ راشد منتخب ہوئے حضرت عثمان کی مدت خلافت ۱۲ سال ہے۔ آپ نے ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو شہادت پائی۔ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ آپ پر ۱۷ رمضان ۴۰ھ کو قاتلانہ حملہ ہوا اور ۲۱ رمضان کو آپ نے اس دنیائے فانی سے کوچ کیا۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس وقت شام کے گورنر تھے۔ حضرت عثمان کی شہادت جس طرح ہوئی یہ تاریخ اسلام کا ایک بہت بڑا المیہ ہے۔ شہادت عثمان پر حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کی بیعت نہ کی۔ ان کا مطالبہ تھا کہ پہلے قاتلین عثمان کا محاسبہ کیا جائے۔ لیکن حضرت علیؓ کا موقف یہ تھا کہ آپ پہلے بیعت کریں اس کے بعد قاتلین عثمان کا محاسبہ کیا جائے گا لیکن یہ قضیہ ختم نہ ہوا۔ جنگ جمل اور جنگ صفین دونوں اسی کشمکش کے نتیجہ میں رونما ہوئیں اور کوئی حتمی فیصلہ نہ ہو سکا۔ آخر حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ نے آپس میں مصالحت کر لی۔ اس صلح کی رو سے حجاز' عراق اور مشرق کا پورا علاقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس رہا اور شام اور مصر و مغرب کا علاقہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آیا۔

۲۱ رمضان ۴۰ھ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ شہادت سے سرفراز ہوئے اور حضرت حسن بن علیؓ آپ کے جانشین ہوئے لیکن آپ ربیع الاول ۴۱ھ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے اور حضرت امیر معاویہ تمام اسلامی قلمرو کے واحد حکمران بن گئے۔

امیر معاویہ ۴۱ھ میں اسلامی قلمرو کے حکمران بنے اور ۶۰ھ میں آپ نے وفات پائی۔ مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں کہ:

''امیر معاویہؓ بن ابی سفیانؓ کی شخصیت تعارف سے بے نیاز ہے۔ عرب کا عزم، جزم، عقل، تدبر پورے تناسب سے اس دماغ میں جمع ہو چکا تھا۔ عربی کتب ادب و تاریخ ان کی تدبیر و سیاست کے واقعات سے لبریز ہیں۔ تقریباً پوری زندگی امارت و حکومت میں بسر ہوئی اور ہمیشہ ان کی سیاست کامیاب رہی۔ وہ اس عہد کے ایک پورے سیاسی آدمی تھے۔''

مولانا عبدالسلام ندوی لکھتے ہیں کہ:

''خاندان بنو امیہ میں حضرت امیر معاویہؓ پہلے شخص ہیں جنھوں نے خود اپنی قوت بازو سے شام میں مستقل حکومت قائم کی اور آخر میں اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین بنایا اور تمام عرب سے اس کے ہاتھ پر بیعت لی۔ اس لیے خاندان بنوامیہ کی سیاسی تاریخ درحقیقت امیر معاویہؓ کے عہد سے شروع ہوتی ہے لیکن حضرت امیر معاویہؓ نے جو حکومت قائم کی تھی، اس نے بہت کم عمر پائی۔ یزید ان کا جانشین ہوا تھا لیکن اس کی وفات کے بعد ہی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے مستقل طور پر دعویٰ خلافت کیا اور شام و مصر کے سوا تمام دنیائے اسلام ان کے قبضۂ اقتدار میں آ گئی۔ شام و مصر کے لوگوں نے معاویہ بن یزید کے ہاتھ پر بیعت کی تھی لیکن چند دنوں کے بعد معاویہ کا انتقال ہو گیا اور اس نے اپنی نیک نفسی سے کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا۔ اب یہ دونوں ملک گویا

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے حلقۂ اطاعت میں شامل ہو گئے اور بنو امیہ کا نام گویا صفحۂ ہستی سے مٹ گیا کہ دفعتۃً بنو امیہ کی سیاسی تاریخ کا دوسرا دور شروع ہوا جو پہلے سے بھی زیادہ پر عظمت' زیادہ وسیع اور زیادہ شاندار تھا یعنی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے زمانے میں خاندان بنو امیہ سے مروان بن حکم بن ابو العاص بن امیہ نے بغاوت کر کے شام و مصر پر قبضہ کر لیا لیکن اس نے اس قدر کم زمانہ پایا کہ اس کے عہد میں اموی خاندان کو سیاسی استقلال حاصل نہ ہوسکا۔ مروان کے بعد اس کے بیٹے عبدالملک نے اموی حکومت کا اصلی ڈھانچہ قائم کیا اور مستقل ۲۱ برس تک سلطنت کی جس میں سات آٹھ سال اگرچہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ خانہ جنگی میں صرف ہوئے لیکن ۱۳-۱۴ سال تک اس نے نہایت اطمینان کے ساتھ تمام دنیائے اسلام پر تنہا حکومت کی۔"

عبدالملک کے انتقال کے بعد ولید بن عبدالملک خلیفہ ہوا اور پھر ولید بن عبدالملک کے بعد اس کا بھائی سلیمان بن عبدالملک خلیفہ ہوا۔ سلیمان بن عبدالملک نے ۹۹ھ میں انتقال کیا۔ سلیمان بن عبدالملک نے انتقال کے وقت یہ وصیت کی تھی کہ میرے بعد عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ ہوں گے۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں کہ:

"اموی حکومت ایسی مستحکم فوجی بنیادوں پر قائم تھی کہ آسانی سے ہلائی نہیں جا سکتی تھی۔ اس وقت کوئی بیرونی یا اندرونی طاقت ایسی نہ تھی جو اس کو میدان جنگ میں شکست دے سکے۔ ماضی قریب میں دو بڑی کوششیں ایک سیدنا حسین ﷜ کا مخلصانہ و سرفروشانہ اقدام' دوسرے حضرت عبداللہ بن زبیر کا دلیرانہ و منظم مقابلہ ناکام ہو چکا تھا۔ کسی فوجی انقلاب کی کامیابی کے قریبی امکانات و آثار نہ تھے۔ شخصی دور کی حکومت نے اصلاح و تبدیلی کے دروازے بند کر دیئے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ صدیوں کے لیے

مسلمانوں کی قسمت پر مہر لگ چکی ہے اس وقت اسلام کو غالب ہونے اور حالات کو بدل دینے کے لیے ایک معجزہ کی ضرورت تھی اور وہ معجزہ ظاہر ہوا۔" اور یہ معجزہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے خلیفہ بننے سے رونما ہوا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے حکومت کا نقشہ ہی بدل ڈالا مؤرخ مسعودی نے اپنی تاریخ میں کیا خوب لکھا ہے کہ:

"حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بغیر استحقاق کے خلیفہ ہوئے لیکن خلیفہ ہونے کے بعد عدل وانصاف کی بنا پر اس کے مستحق ہوگئے۔"

تاریخ اسلام میں ان کا دور ایک منفرد زمانہ ہے کہ انہوں نے دوبارہ خلافت کے نظام کو قائم کیا۔ اور ان کے عہد حکومت میں دوبارہ عہد صحابہ کی خصوصیات نظر آنے لگیں۔

علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ:

"حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ مروانی سلسلہ کی درمیانی کڑی تھے۔ انھوں نے اپنی تمام تر توجہ خلفائے راشدین اور صحابہ کرامؓ کے طریقے کی طرف مبذول کی۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے انقلابی اصلاحات جاری کر کے حکومت کی روح ہی بدل دی ان کا پہلا بنیادی انقلاب یہ تھا کہ انہوں نے حکومت کا نقطۂ نظر بدلا۔ ان سے پہلے کی حکومتیں محاصل وخراج وصول کر کے اپنے ذاتی مصرف میں لاتی تھیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایسا نہیں کیا۔ انہوں نے تمام محاصل اور خراج وغیرہ بیت المال میں جمع کرانے کا حکم دیا اور اس کے ساتھ یہ حکم دیا کہ بیت المال سے امیر وغریب سب فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حکومت کا مزاج اور نقطۂ نظر ہی تبدیل کر دیا اور اس کو دنیاوی حکومت کی بجائے خلافت بنا دیا۔ ان کی ساری مدت خلافت اسی ایک جملہ کی

تفسیر تھی:

''حضرت محمد رسول اللہ ﷺ دنیا میں ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے، تحصیل دار بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے دینی نفع کے مقابلہ میں حکومت کے مالی نقصان کی کبھی پرواہ نہیں کی۔ ان کے زمانۂ خلافت میں کثیر تعداد میں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا جس کی وجہ سے جزیہ سے رقم وصول ہونے والی کم ہو گئی اور حکومت کا مالی توازن متاثر ہو رہا تھا لیکن آپ نے اس کی بالکل پرواہ نہ کی۔ ارکان سلطنت نے اس کی طرف توجہ دلائی تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو آنحضرت ﷺ کی بعثت کا عین مقصد ہے۔

خلفائے بنو امیہ کی سلطنت بہت وسیع تھی۔ عرب، شام اور ایران بنو امیہ کے زیر نگیں تھے اور اس کے ساتھ افریقہ اور مغرب کے شہر اور اندلس تک ان کی حکومت تھی اور سندھ اور چین کی دیواروں تک ان کی حکومت پھیلی ہوئی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اگرچہ فاتحانہ حیثیت سے اس رقبہ حکومت کو وسیع نہیں کیا، تاہم اس کو عدل و انصاف سے معمور کر دیا اور یہی ایک فرمانروا کا سب سے عظیم کارنامہ ہوتا ہے۔

عبدالرشید عراقی



تقریظ

پروفیسر حکیم راحت نسیم سوہدروی

اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک نے ۹۶ھ میں وفات پائی تو اس کے بعد اس کا چھوٹا بھائی سلیمان بن عبدالملک مسند خلافت پر متمکن ہوا۔ سلیمان نے دو سال آٹھ ماہ حکومت کی اور صفر ۹۹ھ میں اس دنیائے فانی سے کوچ کر گیا۔ سلیمان نے اپنی زندگی میں اپنے بیٹے ایوب بن سلیمان کو ولی عہد نامزد کیا تھا لیکن ایوب سلیمان کی زندگی ہی میں انتقال کر گیا۔ سلیمان جب مرض الموت میں مبتلا ہوا تو اس نے رجاء بن حیوٰۃ کے مشورے سے اپنے چچا زاد بھائی عمر بن عبدالعزیزؒ کو ولی عہد نامزد کیا۔

سلیمان کو اس بات علم تھا کہ خاندان بنو امیہ کے لوگ عمر بن عبدالعزیزؒ کی خلافت کو بخوشی قبول نہ کریں گے۔ اس لیے اس نے ولی عہدی کے متعلق اپنے وصیت نامہ کو سر بمہر کر کے رجاء بن حیوٰۃ کے حوالے کیا اور اسے ہدایت کی کہ خاندان بنو امیہ کو جمع کر کے جس شخص کا نام اس خط میں ہو اس کے نام کی بیعت لے لو۔ اس لیے اموی خاندان کے لوگوں نے نام سے واقف ہوئے بغیر سلیمان بن عبدالملک کے نامزد کردہ شخص کی بیعت کر لی۔

۱۰ ؍صفر ۹۹ھ کو سلیمان بن عبدالملک نے انتقال کیا۔ تو رجاء بن حیوٰۃ نے اس کے انتقال کی خبر کو مخفی رکھا اور دوبارہ جامع مسجد میں خاندان بنو اُمیہ کو جمع کر کے سلیمان کے نامزد کردہ شخص کی بیعت لی۔ جب سب نے دوبارہ بیعت کر لی۔ تو رجاء بن حیوٰۃ

نے آگے بڑھ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو بازوؤں سے پکڑ کر منبر پر بٹھا دیا تو اس وقت خاندان بنو اُمیہ کے لوگوں کو معلوم ہوا کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کو خلیفہ بنایا گیا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے دولت و ثروت کی آغوش میں آنکھ کھولی، تعیش و تنعم کے گہوارہ میں پلے بڑھے مگر آپ نے اپنے سینہ کو علوم نبوت کا گنجینہ بنایا۔ آپ نے علماء مدینہ سے علوم اسلامیہ کی تعلیم حاصل کی۔

ذہانت، فطانت، شوق و محنت اور ریاست کی اعانت نے مل کر آپ کو اس درجہ پر پہنچا دیا کہ اگر آپ کے لیے تخت حکومت مقدر نہ ہو چکا ہوتا تو آپ مسند علم و عمل کے صدر نشین ہوتے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ عہد ولید بن عبدالملک میں مدینہ کے گورنر رہے تھے جب آپ بحیثیت گورنر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو ۳۰ خچروں پر آپ کا ذاتی سامان لدا ہوا تھا لیکن جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو سارا سامان فروخت کر کے اس کی رقم بیت المال میں جمع کرا دی۔

خلافت کا بار سر پر آتے ہی عمر بن عبدالعزیزؒ کی زندگی بالکل بدل گئی اور تخت خلافت پر قدم رکھنے کے ساتھ ہی انھوں نے ابوذر غفاریؓ اور ابو ہریرہؓ کا قالب اختیار کیا۔ سلیمان کی تجہیز و تکفین سے فراغت کے بعد حسب معمول جب آپ کے سامنے شاہی سواری پیش کی گئی تو آپ نے واپس کر دی اور فرمایا میرے لیے میرا خچر کافی ہے۔

خلافت کا چارج لینے کے بعد آپ نے جو پہلا خطبہ ارشاد فرمایا اس میں سب سے پہلے خلیفہ کی حیثیت واضح کی کہ:

> ''میں اپنی جانب سے کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں ہوں بلکہ محض احکام الٰہی کو نافذ کرنے والا ہوں۔ میں خود اپنی جانب سے کوئی بات شروع کرنے والا نہیں ہوں بلکہ محض پیرو کار ہوں۔ کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ خدا کی معصیت میں اس کی پیروی کی جائے میں تم میں سے بہتر آدمی نہیں ہوں البتہ خدا نے مجھ

کو تمہارے مقابلہ میں زیادہ گراں بار کیا ہے۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی ذات سرتاپا اسلام کا اعجاز تھی۔ وہ جس طرح منصب خلافت پر آئے' وہ بھی خدا کی قدرت کی ایک نشانی تھی۔ موروثی نظام حکومت میں ان کی خلافت کا کوئی موقع نہ تھا اگر حالات اپنی طبعی رفتار سے چلتے رہتے تو امارت سے زیادہ ان کا کوئی حصہ نہ تھا۔

امور خلافت کے انتظام و انصرام میں انہوں نے عہد فاروقی کو اپنے لیے نمونہ بنایا۔ مؤرخ ابن سعد نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پوتے سالم بن عبداللہ کو لکھا کہ:

''میں چاہتا ہوں کہ اگر اللہ مجھے اس کی استطاعت دے تو میں رعایا کے معاملات میں حضرت عمرؓ بن خطاب کی روش اختیار کروں اس لیے تمہارے پاس ان کی جو تحریریں اور فیصلے ہیں (وہ) بھیج دو جو انھوں نے مسلمانوں اور ذمیوں کے بارہ میں کیے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو میں ان کے نقش قدم پر چلوں گا۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے مسند خلافت پر متمکن ہوتے ہی سب سے پہلے یہ عظیم الشان کارنامہ انجام دیا کہ آپ سے پہلے خاندان بنو اُمیہ نے بہت سی املاک ناجائز طریقہ سے اپنے قبضہ میں لے رکھی تھیں۔ آپ نے ان سے یہ سب املاک واپس لے کر ان کے اصل مالکوں کو واپس کر دیں۔ جب آپ نے یہ اقدام کیا تو آپ کے خاندان والوں میں آپ کے متعلق شکر رنجی پیدا ہوئی چنانچہ ان لوگوں نے آپ کی پھوپھی فاطمہ بنت مروان کو جو اس وقت عمر رسیدہ تھیں' آپ کے پاس بھیجا۔ خاندان کے تمام لوگ ان کا احترام کرتے تھے اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی نگاہ میں بھی وہ قابل عزت و احترام تھیں۔

فاطمہ بنت مروان آپ کے پاس تشریف لائیں۔ آپ نے تعظیم کے ساتھ ان کو

اپنے برابر جگہ دی۔ اور ان سے فرمایا۔ پھوپھی آپ نے کس لیے زحمت کی ہے۔ پھوپھی نے جواب دیا۔

''اے عمر! خاندان بنی اُمیہ کے لوگ تمہاری حکومت کے زمانہ میں ذلیل ہو رہے ہیں۔ ان کی املاک چھین کر دوسروں کو دی جارہی ہیں اور انہیں برا بھلا کہا جارہا ہے اور تم اس کا نوٹس نہیں لے رہے۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے پھوپھی کی زبان سے یہ الفاظ سن کر فرمایا۔

''اے پھوپھی رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے لیے رحمت بنا کر بھیجا تھا۔ آپ نے ایک ایسا چشمہ چھوڑا جس سے سب کو سیراب ہونے کا حق حاصل تھا پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اس چشمہ کو اسی حال میں چھوڑا اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی لیکن بعد میں یزید' مروان' عبدالملک' اور اس کے بیٹوں نے اپنے آپ کو اس سے سیراب کیا' اور دوسروں کو اس سے محروم کردیا' میں اسے اس کی اصلی حالت پر لانا چاہتا ہوں۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا یہ جواب سن کے فاطمہ بنت مروان نے کہا:

''بھتیجے میں تمہارا مطلب سمجھ گئی اگر تمہارا ارادہ بزرگان سلف کی تقلید کا ہے تو میں تمہیں اس سے منع نہیں کرسکتی'' پھر واپس جا کر اپنے اہل خاندان سے کہا۔

''یہ تو سب کچھ تمہارا اپنا کیا دھرا ہے نہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے گھر کی بیٹی بیاہ کر لاتے نہ اس کی اولاد میں فاروقی رنگ آتا۔''

مؤرخین نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ:

عمر بن عبدالعزیزؒ بعض حیثیتوں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بڑھ گئے تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ عہد رسالت کے بہت قریب تھا۔ اسلامی روح زندہ تھی' مسلمان دنیا کی حرص میں مبتلا نہ ہوئے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے کوئی مزاحم

طاقت موجود نہ تھی۔ اس لیے انھوں نے جو کچھ کیا وہ کچھ زیادہ تعجب انگیز نہیں ہے لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ہر طرح کے مخالف حالات میں عہد فاروقی کو زندہ کر دکھایا۔ خود اس زمانہ کے اکابر عمر بن عبدالعزیزؒ کے کارنامے کو فاروقی کارناموں سے افضل سمجھتے تھے۔

علامہ ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ:

''سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب نے آپ کو لکھا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا وہ دوسرا زمانہ تھا دوسرے لوگ تھے اگر تم نے اس زمانہ اور ان آدمیوں میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی پیروی کی تو تم ان سے افضل ہو گئے۔''

اسی لیے علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ امام سفیان ثوریؒ کا قول ہے کہ خلفائے راشدین پانچ ہیں۔

ابوبکرؓ، عمر فاروقؓ، عثمانؓ، علی اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم

ایک دفعہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو پتہ چلا کہ لوگوں میں جاہلانہ رسوم دوبارہ عود کر رہی ہیں اور جنگ و مقابلہ کے موقع پر جاہلی نعرے لگاتے ہیں۔ ان لوگوں کا یہ اقدام اسلام کے رشتۂ اخوت اور نظام اجتماعی کے متوازی ایک جاہلی نظام اور جاہلی رسوم کا احیاء تھا اور بہت سے فتنوں کا پیش خیمہ۔

چنانچہ آپ نے اس کے بارے میں ایک مستقل فرمان جاری کیا اور اپنے ایک بڑے عہدے دار ضحاک بن عبدالرحمان کو لکھتے ہیں۔

''اما بعد: اسلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے پسند فرمایا ہے اور اپنی مخلوق سے ان لوگوں کے لیے بھی جو اس کے نزدیک مکرم ہیں اللہ تعالیٰ اس کے سوا کسی دین کو قبول نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی نازل کردہ کتاب کے ذریعہ عزت بخشی جس نے اسلام اور غیر اسلام کے درمیان تفریق کر دی۔''

چنانچہ ارشاد خداوندی ہے :

"تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روشن چیز آئی ہے اور ایک کتاب واضح (یعنی قرآن مجید) کہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں کو جو رضائے حق کے طالب ہوں سلامتی کی راہیں بتلاتے ہیں اور ان کو اپنی توفیق سے تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتے ہیں اور ان کو راہ راست پر قائم رکھتے ہیں۔" (المائدہ۔۱۵-۱۶)

نیز ارشاد ہے:

"اور ہم نے اس قرآن کو راستی کے ساتھ نازل کیا ہے اور وہ راستی کے ساتھ نازل ہو گیا اور ہم نے آپ کو صرف خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔" (بنی اسرائیل۔۱۰۵)

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا جب آپ ﷺ پر کتاب نازل فرمائی' اس وقت اے گروہ عرب' تمہاری جو حالت تھی وہ تمہیں معلوم ہے' تم گمراہی' جہالت' مشقت' معاشی تنگ دستی اور افتراق و انتشار کا شکار تھے۔ تم میں باہمی فتنے عام تھے۔ لوگ تم پر دانت پیس رہے تھے اور انہیں دین و دنیا میں تم پر فوقیت حاصل تھی دنیا میں کسی قوم پر جو گمراہی ہو سکتی ہے وہ تم میں موجود تھی تم میں سے جو زندہ رہتا وہ ضلالت و جہالت کی زندگی بسر کرتا اور جو مرتا سیدھا جہنم میں جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو مبعوث فرما کر تمہاری پیشانی پکڑ کر تمہیں بت پرستی' باہمی قطع تعلق' بغض و عداوت اور فتنہ و فساد سے نکالنا چاہا تم میں سے انکار کرنے والوں نے انکار کیا اور جھٹلانے والوں نے جھٹلایا حالانکہ اللہ کے نبی (ان پر ہزاروں درود و سلام) کتاب اللہ اور اسلام کی دعوت دے رہے تھے پھر گنتی کے چند آدمی آپ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام لائے جو زمین میں نہایت کمزور تھے اور جنہیں ہر وقت یہ خطرہ لاحق رہتا تھا کہ لوگ انہیں اچک لیں گے' پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ٹھکانا دیا۔

اپنی نصرت سے ان کی مدد فرمائی اور ان کو ایسے لوگ نصیب فرمائے جن کی قسمت میں اللہ تعالیٰ نے اسلام لکھا تھا مگر دنیا ان سے سمٹی ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ سے کیے ہوئے وعدہ کو جس میں تخلف نہیں ہوسکتا۔ پورا کرنے والے تھے مگر اُسے جو بھی دیکھتا نہایت مستعبد سمجھتا۔ بجز معدودے چند مؤمنین کے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول (ﷺ) کو ہدایت کا سامان (یعنی قرآن) اور دین حق (یعنی اسلام) دے کر بھیجا تا کہ اس کو تمام (بقیہ) دینوں پر غالب کردے گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں۔ (الصف۔۹)

نیز مسلمانوں سے وعدہ کرتے ہوئے فرمایا (اے مجموعہ امت) تم میں جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو (اس اتباع کی برکت سے) زمین میں حکومت عطا فرمائے گا۔ جیسا ان سے پہلے (اہل ہدایت) لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو (اللہ تعالیٰ نے) ان کے لیے پسند کیا ہے (یعنی اسلام) اس کو ان کے نفع آخرت کے لیے قوت دے گا۔ اور ان کے اس خوف کو مبدل بہ امن بنا دے گا' بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں اور جو شخص بعد (ظہور) اس (وعدے) کے ناشکری کرے گا' وہ لوگ بے حکم ہیں۔

(النور۔۵۵)

بہرحال اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک ﷺ اور اہل اسلام سے جو وعدہ فرمایا۔ وہ بلاکم وکاست پورا کر دکھایا۔ اے اہل اسلام تمہیں جو کچھ ملا ہے وہ اس اسلام کی بدولت' ہاں صرف اسی اسلام کی بدولت ملا ہے۔ اسی کی بدولت تم دشمن کے مقابلہ میں کامیابی حاصل کرتے ہو اور اس کی برکت سے تم قیامت کے دن گواہ بن کر کھڑے ہو گے۔ تمہارے واسطے اس کے سوا دنیا و آخرت میں نجات کا کوئی راستہ نہیں نہ اس کے سوا کوئی

حجت ہے' نہ پناہ کی جگہ' نہ حفاظت اور بچاؤ کا کوئی سامان' جب اللہ تعالیٰ نے وہ بہتر سے بہتر دن جس کا تم سے وعدہ کیا تھا تمہیں عطا کر دیا ہے تو موت کے بعد بھی اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

''یہ عالم آخرت ہم انہی لوگوں کے لیے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں بڑا بننا نہیں چاہتے اور نہ فساد کرنا اور نیک نتیجہ متقی لوگوں کو ملتا ہے۔'' (القصص۔۸۳)

میں تمہیں اس قرآن سے اور اس کے چھوڑنے کے وبال سے ڈراتا ہوں کیونکہ اس کے وبال اور اس کی شرطوں (کو پورا نہ کرنے) ہی نے اے امت! تم میں خونریزی' شہروں کی ویرانی اور جماعتی افتراق جیسے حوادث برپا کیے ہیں۔

دیکھو! جس چیز سے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں روکا ہے اس سے باز رہو۔ کیونکہ جو چیز کہ خوف کی سب سے زیادہ مستحق ہے وہ اللہ تعالیٰ کی وعید ہے۔ خواہ وہ قول سے ہے یا عمل سے یا اس کے علاوہ کسی اور طریقے سے پس اگر کوئی شخص حکم الٰہی کے موافق بات کرے گا۔ اور اس پر عمل پیرا ہوگا۔ تو یہ اس کے لیے بہت ہی خوب ہوگا۔ اور اگر حکم الٰہی کے خلاف کوئی بات کرے گا۔ تو (اس کا) یہ (طرز عمل اسے) ہلاکت کے راستہ پر ڈال دے گا۔

جس چیز نے مجھے اس خط کی تحریر پر آمادہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ مجھ سے ذکر کیا گیا ہے کہ کچھ گنوار لوگ اور کچھ ایسے لوگ جنہیں نئی قوت حاصل ہوئی ہے جن کا ظاہر غیر شائستہ اور جن کا علم احکام الٰہی کے متعلق بہت کم ہے وہ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں بڑے دھوکے میں مبتلا ہو گئے ہیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام کو یکسر فراموش کر دیا ہے مجھے بتایا گیا ہے کہ یہ لوگ مضر اور یمن کے (کافر) قبائل سے جنگی معاہدے کر رہے ہیں انہیں خیال ہے کہ ان (کافر) لوگوں کو دوسرے لوگوں پر تقویت حاصل ہے سُبْحَانَ

اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ۔

یہ لوگ نعمت الٰہی کے شکر سے کس قدر بعید اور ہر قسم کی ہلاکت اور ذلت و رسوائی سے کس قدر قریب ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو تباہ و برباد کرے یہ کس منزل میں جا کر اترے ہیں اور کس امان سے نکلے ہیں اور کس چیز سے جا کر چپکے ہیں لیکن میں جانتا ہوں کہ بدبخت اپنی بدنیتی ہی سے بدبخت بنتا ہے اور یہ کہ دوزخ بہرحال بے کار پیدا نہیں کی گئی کیا انہوں نے کتاب اللہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا فرماتے ہیں:

''مسلمان تو سب بھائی بھائی ہیں سو اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو تا کہ تم پر رحمت کی جائے۔'' (الحجرات: ۱۰)

نیز فرماتے ہیں:

''آج کے دن تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام پورا کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لیے پسند کر لیا۔'' (المائدہ۔۳)

مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ بعض لوگ (غیر قوموں سے) حلف اور معاہدہ کی دعوت دیتے ہیں حالانکہ آنحضرت ﷺ نے حلف سے مخالفت فرمائی ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''اسلام میں حلف نہیں جو معاہدے جاہلیت میں ہو چکے ہیں اسلام ان کو اور بھی مضبوط کرتا ہے۔''

(حلف کے) دو فریقوں میں سے ہر ایک اس بات کی امید رکھتا ہے کہ دوسرا فریق اس کے ناجائز اور گناہ آمیز معاہدے کی بھی حفاظت کرے گا۔ جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی ہو اور جس نے (حلف کے ذریعہ) اسلام کو پس پشت ڈال دیا۔ تو اسلام سے تو نکل ہی گیا۔

میں ہر شخص کو جو میرے اس خط کو سنے اور جسے میرا یہ خط پہنچے اس بات سے ڈراتا ہوں۔ کہ وہ اسلام کے سوا کسی چیز کو قلعہ بنائے یا خدا و رسول اور اہل ایمان کے علاوہ کسی کو پناہ گاہ سمجھے' میں بار بار ڈراتا ہوں۔ اور بار بار نصیحت کرتا ہوں۔ اور اس ذات کو ان لوگوں پر گواہ بناتا ہوں جو ہر چوپائے کو اس کی پیشانی سے پکڑے ہوئے ہے اور جو ہر شخص سے ان کی رگ گردن سے زیادہ قریب ہے میں نے اس خط کے ذریعہ تمہاری خیر خواہی کی ہر ممکن کوشش کی ہے تاہم (میں آگاہ کر دینا چاہتا ہوں کہ) اگر کسی شخص کے بارے میں مجھے علم ہوا کہ وہ حصول منفعت یا دفع مضرت کے لیے اس قسم کے جاہلی معاہدے کی تحریک کرتا ہے تو خواہ وہ کوئی ہو فرد خاندان ہو یا قبیلہ ہو۔ میں اس کی تذلیل کا سب سے زیادہ حریص ہوں گا۔

''میرے اس نصیحت نامہ کی طرف جو آپ کے پاس بھیجا جا رہا ہے سب کو دعوت دو' کیونکہ یہ ایسی ہدایت (پر مشتمل) ہے جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ نیز نیک فطرت اور اہل ایمان حضرات کو اپنے زور بیان سے تائید کرنی چاہئے۔ مگر (مشکل یہ ہے کہ) لوگوں کی اکثریت بے علم ناواقفوں کی ہے حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے دین' ہماری باہمی الفت اور ہماری آپس کی اصلاح کے معاملہ ہماری بہتر کفالت و راہنمائی فرمائے۔'' (سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ بن عبدالحکم: ۹۰ تا ۹۴)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی حیات پاک اُس قوم کے لیے جسے اللہ تعالیٰ حکمران ہونے کا شرف بخشے نمونہ ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

''حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے صرف ڈھائی سال حکومت کی تھی اس مختصر مدت میں خلق خدا نے یوں محسوس کیا کہ زمین و آسمان کے درمیان عدل کا ترازو کھڑا ہو گیا ہے اور فطرت الٰہی خود آگے بڑھ کر انسانیت کو آزادی' محبت

اور خوشحالی کا تاج پہنا رہی ہے لوگ ہاتھوں میں خیرات لیے پھرتے تھے۔ مگر کوئی محتاج نہیں ملتا تھا لوگ ناظم بیت المال کے پاس عطیات کی رقمیں بھیجتے تھے مگر وہ عذر کر دیتے تھے کہ میاں کوئی حاجت مند باقی نہیں رہا۔ اور عطیات کو واپس کر دیتے تھے۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اسلامی حکومت کے حدود میں توسیع کی بجائے اسلام کی توسیع و اشاعت کو مقصد قرار دیا۔ اور اپنی ساری توجہ اس کی تبلیغ میں صرف کر دی اور اس کے لیے ہر مادی و اخلاقی ذرائع استعمال کیے۔ آپ نے احیائے شریعت کے ساتھ مسلمانوں کی اخلاقی نگہداشت بھی کی۔ ان کے دو عظیم کارنامے تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے جائیں گے۔

ایک یہ کہ ان سے پہلے کے خلفائے بنوامیہ نے ایک بڑی بدعت یہ جاری کی تھی کہ وہ خود اور ان کے تمام عمال اپنے خطبات جمعہ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کرتے تھے۔ اور اسے اپنے خطبہ کا جز بنا لیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس کو بالکل بند کر دیا۔

ان کا دوسرا کارنامہ تدوین حدیث ہے اگر آپ اس کی طرف توجہ نہ کرتے تو علم حدیث کا ذخیرہ وجود میں نہ آتا۔ چنانچہ آپ نے تمام صوبوں کے گورنروں کے نام فرمان بھیجا کہ:

"احادیث نبویہ کو تلاش کر کے ان کو لو۔ کیونکہ مجھے علم کے مٹنے اور علما کے فنا ہونے کا خوف معلوم ہوتا ہے اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث قبول کی جائے۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے ڈھائی سالہ دور حکومت میں جو کچھ کیا: وہ اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی رضا کے لیے کیا اور یہی وہ طاقت تھی جو اپنے وقت کے اس سب سے بڑے طاقتور حکمران کو روئے زمین کی سب سے بڑی سلطنت کی ترغیبات اور

وسائل کے مقابلہ میں ثابت قدم رکھتی تھی۔

ملک عبدالرشید عراقی صاحب نے عمر بن عبدالعزیزؒ کی سوانح حیات اور ان کے علمی و دینی، قومی، ملی اور سیاسی کارناموں کی تفصیل اس کتاب میں بیان کی ہے۔

میں عراقی صاحب کا نہایت شکر گزار ہوں کہ انہوں نے مجھے اس قابل سمجھا کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جو پانچویں خلیفہ راشد تھے، کی علمی و سیاسی اور دینی خدمات پر اظہار کر سکوں

۱۹ اپریل ۲۰۰۲ء

حکیم راحت نسیم سوہدروی

ہمدرد دواخانہ۔ سکیم موڑ۔ اقبال ٹاؤن۔ لاہور



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب : ۱

خاندان

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنی اُمیہ سے تھا۔ بنی اُمیہ کو قبیلہ قریش میں امتیازی حیثیت حاصل تھی۔ خصوصاً حرب وضرب اور جنگی معاملات میں قبیلہ بنواُمیہ کو فوقیت اور برتری حاصل تھی اور دیگر قبائل قریش میں صاحب دستار شمار ہوتے تھے۔ مورخین نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ اُمیہ کے بیٹے ابوالعاص کو ایک امتیازی حیثیت حاصل تھی۔ اور ابوالعاص کے بیٹے سعید بن ابوالعاص اپنے قبیلہ میں صاحب دستار کے نام سے موسوم تھے۔

عمر بن عبدالعزیزؒ کا شجرۂ نسب اس طرح ہے۔

''عمر بن عبدالعزیزؒ بن مروان بن الحکم بن ابوالعاص بن اُمیہ بن عبدشمس بن عبد مناف۔''

الحکم

الحکم بن ابوالعاص نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا تھا مگر در پردہ مسلمانوں کی جاسوسی کرتا تھا۔ جب آنحضرت ﷺ کو اس کے بارے میں اس کی حرکات کا پتہ چلا تو آپ ﷺ نے اس کو طائف جلاوطن کردیا۔ اور یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک طائف ہی میں مقیم رہا۔

الحکم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حقیقی چچا تھا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی واپسی کی اجازت حاصل کرلی تھی اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اس کو مدینہ واپس بلالیا۔ (تاریخ ملت ج ۱ ص ۵۳۶)

مروان

مروان بن الحکم ۲ ہجری میں پیدا ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنا سیکرٹری و کاتب مقرر کیا تھا۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان کے زمانہ میں مدینہ کا گورنر رہا۔ مورخ ابن اثیر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ:

"حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہم اس کی اقتدا میں نمازیں ادا کرتے تھے اور کبھی اعادہ نہ کرتے تھے۔"

جب یزید بن معاویہؒ کا انتقال ہوا تو مروان مدینہ چھوڑ کر شام چلا گیا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جن کی حکومت حجاز میں قائم تھی ان کی بیعت کرنے پر رضا مند ہوگیا۔ لیکن عبیداللہ بن زیاد نے اس کو روک دیا اور حصول خلافت کی کوشش کرنے پر آمادہ کیا چنانچہ وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہوا اور اس کی حکومت شام اور مصر تک محدود رہی لیکن یہ زیادہ عرصہ تک حکومت سے لطف اندوز نہ رہا۔ اور رمضان ۶۵ ھ میں انتقال کر گیا۔ (ابن اثیر ج ۴ ص ۷۵)

عبدالعزیز

مروان بن الحکم نے اپنے انتقال کے وقت یہ وصیت کی تھی کہ میرے بعد عبدالملک اور عبدالملک کے بعد عبدالعزیزؒ خلیفہ ہوں گے۔ جب ۶۵ ھ میں مروان کا انتقال ہوا۔ تو اس وقت عبدالعزیزؒ مصر کے گورنر تھے۔ اور ۸۵ھ تک یہ مصر کے گورنر رہے۔

حافظ ابن کثیر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ:

"عبدالعزیزؒ بن مروان ثقہ تھے اور حدیث کم بیان کرتے تھے بڑے سخی'

شریف اور کریم النفس تھے۔"

ان کی وفات ۱۳ جمادی الاول ۸۶ھ کو ہوئی۔ (البدایہ والنہایہ)

عمر بن عبدالعزیز

عمر بن عبدالعزیزؒ مدینہ منورہ ۶۱ھ یا ۶۳ھ میں پیدا ہوئے۔ حافظ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں یہ دونوں سن بیان کیے ہیں اس زمانے میں آپ کے والد عبدالعزیزؒ بن مروان مصر کے گورنر تھے۔ ان کی والدہ کا نام ام عاصم تھا۔ جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی پوتی تھیں اور جو بڑی نیک سیرت اور عمدہ اخلاق کی مالک تھیں اس نیک خاتون کی والدہ بھی بڑی راست باز' نیک سیرت اور دین دار تھی۔ اور اس کا تعلق قبیلہ بنی ہلال سے تھا اور اس کا نکاح حضرت عمر فاروق کے صاحبزادے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔ اس نکاح کی تفصیل مؤرخین نے اس طرح بیان کی ہے کہ:

"حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے' اپنے دور خلافت میں دودھ میں پانی ملانے کی مخالفت فرمائی تھی ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ گشت کر رہے تھے کہ اچانک ایک گھر سے ایک عورت کی آواز سنی جو اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی کہ بیٹی صبح ہونے کو ہے دودھ میں پانی ملا دے بیٹی نے جواب دیا میں دودھ میں پانی نہیں ملا سکتی اس لیے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دودھ میں پانی ملانے سے منع کر دیا ہے۔

ماں نے جواب دیا کیا عمر اس وقت دیکھ رہے ہیں بیٹی نے جواب دیا عمر اگر نہیں دیکھ رہے تو عمر کا خدا تو دیکھ رہا ہے۔ اس لیے میں دودھ میں پانی ہرگز نہیں ملاؤں گی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ گفتگو سنی تو ان کو بہت پسند آئی اور دروازہ پر نشان لگا دیا۔ صبح ہوئی تو حضرت عمرؓ نے پتہ کیا کہ یہ عورت کون ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ایک بیوہ عورت اور اس کی ایک لڑکی ہے اور قبیلہ بنی

ہلال سے اس کا تعلق ہے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا میں خود اس وقت نکاح کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ آپ نے اپنے بیٹے حضرت عاصم کو فرمایا۔ اس لڑکی سے نکاح کرلو۔ وہ یقیناً اس لائق ہے کہ اس کے بطن سے ایک شہسوار پیدا ہو جو تمام عرب کی قیادت کرے۔ چنانچہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے اس لڑکی سے نکاح کرلیا۔ اس کے بطن سے ام عاصم بنت عاصم بن عمر بن خطاب پیدا ہوئیں۔

ام عاصم کا نکاح عبدالعزیزؒ بن مروان بن الحکم سے ہوا اور ان سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ پیدا ہوئے۔

(سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ ابن جوزی ص ٦)

اس طرح عمر بن عبدالعزیزؒ کی رگوں میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خون بھی شامل ہوگیا تھا اسی کا نتیجہ تھا کہ مروان بن الحکم جیسے بدنام شخص کی نسل سے عمر بن عبدالعزیزؒ جیسا مجدد ملت پیدا ہوا۔ جو صدق میں ابوبکر رضی اللہ عنہ' عدل میں عمر رضی اللہ عنہ' حیا میں عثمان رضی اللہ عنہ اور زہد میں علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کا مثل تھا جس نے اپنے مجددانہ کارناموں سے ملتِ اسلامیہ کی روح کو جو بنی اُمیہ نے مُردہ کردی تھی دوبارہ زندہ کردیا۔

تعلیم و تربیت

عمر بن عبدالعزیزؒ کی جائے ولادت مدینہ منورہ ہے جب آپ نے ہوش سنبھالا تو آپ کے والد عبدالعزیزؒ بن مروان مصر کے گورنر تھے۔ عبدالعزیزؒ نے اپنی زوجہ محترمہ ام عاصم کو لکھا کہ اپنے بچے کو لے کر مصر آجائیں۔ چنانچہ وہ عمر بن عبدالعزیزؒ کو لے کر مصر میں آگئیں۔ لیکن جلد ہی عبدالعزیزؒ نے عمر بن عبدالعزیزؒ کو تحصیل تعلیم کے لیے مدینہ منورہ بھیج دیا۔ مدینہ ان دنوں علم وفن کا مرکز تھا چنانچہ عمر بن عبدالعزیزؒ کی تعلیم کا آغاز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں ہوا۔ عبدالملک نے اپنے بھتیجے کی تعلیم کے سلسلہ میں ایک ہزار دینار ماہوار وظیفہ مقرر کردیا۔

(سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۶)

عمر بن عبدالعزیزؒ نے مشہور محدث حضرت صالح بن کیسان کی نگرانی میں اپنی تعلیم کا آغاز کیا سب سے پہلے آپ نے قرآن مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد حدیث' فقہ' عربیت' لغت اور ادب کی تعلیم حاصل کی علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ:

''اس اہتمام سے ان کی تعلیم و تربیت ہوئی انہیں خود تحصیل علم کا ذوق تھا اور انہوں نے بڑے ذوق وشوق سے تعلیم حاصل کی۔''

حدیث کی روایت

عمر بن عبدالعزیزؒ نے حدیث کی روایت اپنے والد' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ' عبداللہ بن جعفر بن ابی طالبؓ' یوسف بن عبداللہ بن سلامؓ عامر بن سعد' سعید بن مسیب' عروہ بن زبیر' ابی بکر بن عبدالرحمان بن ابی بکر اور بہت سے صحابہ کرام اور تابعین عظام سے کی ہے۔

(تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۳۲۹)

لیکن سب سے زیادہ روایتیں آپ نے عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود سے کیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خود فرمایا کرتے تھے کہ:

''میں نے جن لوگوں سے روایت کی ہے ان میں عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود کی روایتیں سب سے زیادہ ہیں۔''

(سیرۃ عمر بن عبدالعزیزؒ از عبدالسلام ندوی ۱۲۷)

صالح بن کیسان

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی تعلیم و تربیت ان کی نگرانی میں شروع ہوئی تھی ان کے بارے میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

''آپ مدینہ منورہ کے علما میں سے ایک نامور عالم اور حافظ حدیث تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھنے کا شرف حاصل ہے لیکن ان سے کچھ سنا

نہیں ہے حضرت عروہ بن زبیر' نافع مولیٰ ابن عمر' ابوقتادہ' عبیداللہ بن عبداللہ' زہری اور ایک جماعت سے علم حدیث حاصل کیا۔ تحصیل علم میں امام زہری کے رفیق تھے۔ حدیث کا سماع ابن جریج' امام مالک سلیمان بن ہلال' ابراہیم اور سفیان بن عیینہ سے کیا ۱۴۰ھ میں وفات پائی۔"

(تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۱۴۴)

علمی تبحر

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ممتاز علمائے کرام سے استفادہ حاصل کیا اور ان علمائے کرام کے فیض صحبت سے آپ نے یہ درجہ حاصل کیا کہ بڑے بڑے محدثین کرام اور ارباب سیر نے ان کے علم و فضل کا اعتراف کیا ہے۔

حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں:

كان اماما فقيها مجتهدا عارفا بالسنن كبير الشان ثبتا حجة حافظا۔

"وہ بہت بڑے امام' بڑے فقیہہ' بڑے مجتہد' حدیث کے بڑے امام اور ماہر اور معتبر' حافظ اور سند تھے۔"

(تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۱۱۱)

شادی

ان کے والد عبدالعزیزؒ بن مروان اپنے زمانہ گورنری میں مصر میں انتقال کر گئے تو ان کے چچا عبدالملک بن مروان نے اپنی بیٹی فاطمہ سے ان کی شادی کر دی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے نہایت بلیغ انداز میں عبدالملک کا شکریہ ادا کیا۔

(تاریخ الخلفاء ص ۳۲۹)

خناصرہ کی گورنری

عمر بن عبدالعزیزؒ بڑے صاحب علم و فضل تھے۔ اور صحیح معنوں میں مسند درس کے

لیے زیادہ موزوں تھے۔ لیکن عبدالملک نے ان کو ایوان حکومت میں شامل کر لیا۔ چنانچہ عبدالملک نے ان کو خناصرہ کا گورنر مقرر کر دیا۔

عمر بن عبدالعزیزؒ جب دمشق سے خناصرہ تشریف لے گئے تو آپ نے لوگوں کے سامنے حسب ذیل تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا۔ علامہ ابن جریر طبری نے یہ تاریخی خطبہ اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔

عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ:

"آپ حضرات کو معلوم ہونا چاہیے کہ آپ فضول پیدا نہیں کیے گئے اور نہ ہی یوں چھوڑ دیئے جائیں گے۔ آپ کے لیے ایک جاء بازگشت ہے جہاں اللہ تعالیٰ آپ کا فیصلہ کرنے کے لیے نزول جلال فرمائے گا۔ جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کی اس رحمت سے جو ہر شے پر حاوی ہے خارج ہو گیا۔ اور اس جنت الفردوس سے جس کا عرض تمام آسمان اور زمین ہے محروم کر دیا گیا۔ وہ بلاشبہ گھاٹے اور نقصان میں رہا۔ کل قیامت کے دن صرف اس شخص کو امان ملے گی۔ جو اللہ سے ڈرا اور جس نے ختم ہونے والی دنیا کو ہمیشہ باقی رہنے والی آخرت کی خاطر تھوڑی کو بہت سی کے لیے اور اندیشہ کی چیز کو محفوظ شے کے لیے بیچ ڈالا۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ ان لوگوں کی اولاد ہیں جو ہلاک ہو گئے اسی طرح اور لوگ آ کر آپ کے جانشین ہو جائیں گے۔ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا۔ یہاں تک کہ پھر سب کے سب اسی ذات کی طرف عود کریں گے۔ جو ہر شے کا بہترین وارث ہے' روزانہ صبح و شام اللہ کی طرف آپ لوگ چلے جا رہے ہیں جو اپنی مقررہ میعاد زندگی پوری کر لیتا ہے اسے آپ زمین کے شگاف میں دفن کر دیتے ہیں نہ اس کے سر کے نیچے تکیہ رکھتے ہیں اور نہ اس کے لیے فرش بچھاتے ہیں وہ متوفی اپنے دوستوں اور تمام دوسری دنیاوی اشیا سے قطع تعلق کر کے زمین میں بودوباش اختیار کر لیتا ہے

اور اپنے اعمال کے حساب و کتاب کا سامنا کرتا ہے بس صرف اس کے اعمال اس کے لیے زر رہن ہوتے ہیں جو کام اس نے اپنی زندگی میں کر لیے ہیں ان کا وہ محتاج رہتا ہے اور جو مال و متاع پیچھے چھوڑ جاتا ہے اس سے بالکل بے پروا ہوتا ہے اس لیے موت کے آنے سے پہلے آپ لوگ اللہ سے ڈرتے رہیے۔ خدائے برتر کی قسم ہے کہ جب کہ یہ باتیں میں آپ سے کہہ رہا ہوں اسی کے ساتھ مجھے یہ بھی احساس ہے کہ مجھ سے زیادہ اور کوئی شخص گنہگار نہ ہوگا۔ اس لیے میں اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی کا خواستگار ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ جب کبھی آپ لوگوں کی کسی ضرورت کا مجھے علم ہوتا ہے میں مقدور بھر اس کے رفع کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اسی طرح اگر مجھے کوئی بات پیش آجائے تو مجھے آپ سے یہی توقع ہے کہ آپ لوگ میرے ساتھ ہمدردی کریں گے اور میرا ہاتھ بٹائیں گے تاکہ ہم اور آپ دونوں عیش و آرام سے زندگی بسر کریں' اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے اس بیان سے میرا مقصد اس کے سوا کچھ عیش و آرام کرنا مقصود ہوتا تو خود میرا ضمیر چونکہ مجرم ہوتا اس لیے میری زبان ان باتوں کو ادا کرتے ہوئے لڑ کھڑاتی۔ مگر اب تو کلام ربانی موجود ہے جس میں سچا قانون منضبط ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف رہبری کرتا ہے اور اس کی نافرمانی سے روکتا ہے۔" (تاریخ طبری ج ۶ ص ۴۸-۴۹)

اس خطبہ کے بعد عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنی چادر کو اٹھایا۔ اور بہت زیادہ رونے لگے۔ روتے روتے ان کی ہچکیاں بندھ گئیں اس کے بعد منبر سے نیچے اتر آئے اس خطبہ کے بعد آپ نے اپنی بقیہ زندگی میں ایسا مؤثر خطبہ نہیں دیا۔

مدینہ کی گورنری

۸۶ھ میں خلیفہ عبدالملک نے انتقال کیا۔ تو اس کے بعد ولید بن عبدالملک خلیفہ

ہوئے تو ربیع الاول ۸۷ھ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو خناصرہ سے تبدیل کر کے مدینہ کا گورنر مقرر کر دیا۔ لیکن آپ نے یہ عہدہ قبول کرنے میں تامل کیا ولید نے جب زیادہ اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں یہ عہدہ صرف اسی صورت میں قبول کر سکتا ہوں کہ اس کے لیے میری ایک شرط ہے ولید نے پوچھا آپ کی کیا شرط ہے۔

عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا:

''مجھے پہلے گورنروں کی طرح ظلم پر مجبور نہ کیا جائے۔''

ولید نے جواب دیا۔

مجھے منظور ہے۔

''آپ حق پر عمل کیجئے۔ گو ہم کو ایک درہم بھی وصول نہ ہو۔''

(سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ ابن جوزی ص ۳۲)

چنانچہ اس شرط کے بعد عمر بن عبدالعزیزؒ دمشق سے مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔

اس وقت عمر بن عبدالعزیزؒ وہ عمر بن عبدالعزیزؒ نہ تھے جو کبھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے قالب میں نمایاں ہوتے تھے۔ بلکہ شاہی خاندان اور شان و شکوہ والے رئیس عمر بن عبدالعزیزؒ تھے۔ آپ کا ذاتی سامان ۳۰ اونٹوں پر لد کر مدینہ منورہ پہنچا۔ (تابعین ص ۳۱۹)

علمائے مدینہ سے خطاب

عمر بن عبدالعزیزؒ جب مدینہ پہنچے تو آپ نے سب سے پہلے علمائے مدینہ کو طلب کیا جب علمائے کرام تشریف لے آئے۔ تو آپ نے ان کے سامنے ایک مختصر تقریر کی۔

آپ نے فرمایا:

''میں نے آپ لوگوں کو ایسے کام کے لیے زحمت دی ہے کہ اس میں میرا ہاتھ بٹانے سے آپ لوگوں کو ثواب ملے گا اور آپ حامی قرار پائیں گے۔ میں آپ لوگوں کی رائے اور مشورہ کے بغیر کوئی کام نہ انجام دوں گا۔ جب

آپ کسی کو ظلم کرتے دیکھیں یا آپ کو کسی ظلم و زیادتی کی خبر ملے۔ تو آپ کو خدا کی قسم مجھے اس کی ضرور خبر کیجیے۔"

(طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۴۵)

علمائے اسلام نے یہ تقریر سنی اور ان کو دعائے خیر دیتے ہوئے واپس تشریف لے گئے۔

تعمیر مسجد نبوی

گورنر مدینہ مقرر ہونے کے بعد عمر بن عبدالعزیزؒ نے بہت سے مفید کام انجام دیئے ان کا سب سے عظیم کارنامہ تعمیر مسجد نبوی ہے۔

مسجد نبوی کی تعمیر اور اس میں تغیر و تبدل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد سے شروع ہوگیا تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور خلافت میں مسجد نبوی میں توسیع کی لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے لے کر عبدالملک بن مروان کے زمانہ تک کسی خلیفہ نے اس کی تعمیر و توسیع کی طرف توجہ نہ کی۔

۸۶ھ میں ولید بن عبدالملک خلیفہ ہوئے۔ اور ۸۸ھ میں آپ نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو لکھا کہ مسجد نبوی کی از سر نو تعمیر کی جائے اور اس میں توسیع بھی کی جائے اور ازواج مطہرات کے حجرے اور دوسرے ملحقہ مکانات بقیمت لے کر مسجد میں شامل کیے جائیں۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے مسجد کے ملحقہ مکانات بقیمت خریدے اور ازواج مطہرات کے حجرے بھی شامل کیے۔ اور مسجد کی تعمیر شروع کردی۔ پہلی مسجد کو شہید کیا گیا اور اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فقہائے مدینہ مثلاً قاسمؒ سالم اور ابوبکر بن عبدالرحمان بن ابی بکر وغیرہ کو ساتھ لے کر مسجد کی داغ بیل ڈالی اور اس کی بنیاد قائم کی۔

قیصر روم کو خط لکھ کر رومی کاریگر، سنگ مرمر اور کئی ہزار مثقال سونا منگایا اور مسجد کی تعمیر کا کام شروع کردیا۔ ۸۸ھ میں مسجد کی تعمیر شروع ہوئی اور ۹۰ھ میں مکمل ہوئی۔ عمر

بن عبدالعزیزؒ کو مسجد نبوی کی تعمیر میں ذاتی دلچسپی تھی۔ اس لیے بڑے حسن مذاق اور انہماک سے اس کی تعمیر کرائی۔

۹۱ھ میں خلیفہ ولید بن عبدالملک معائنہ کے لیے مدینہ منورہ تشریف لائے عمر بن عبدالعزیزؒ نے نہایت شان وشوکت سے استقبال کیا۔ ولید نے ساری مسجد کا معائنہ کیا۔ اور عمر بن عبدالعزیزؒ کی کارگزاری پر خوشنودی ظاہر کی۔

(تاریخ طبری جلد ۵ ص ۲۲۸)

اطراف مدینہ کی مساجد کی تعمیر

مسجد نبوی کی تعمیر کے علاوہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے عہد گورنری میں مدینہ کی اطراف کی بہت سی مساجد کی بھی جہاں آنحضرت ﷺ نے نمازیں پڑھی تھیں از سرنو تعمیر کرائی۔

(فتح الباری ۱ ص ۴۷۲)

مدینہ منورہ میں دوسرے رفاہی کام

مسجد نبوی اور دوسری مساجد کی تعمیر کے علاوہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے مدینہ میں بہت سے کنویں کھدوائے۔ اور دشوار گزار پہاڑی راستے درست کرائے۔ اور اس کے علاوہ مسجد نبوی کے قریب ایک فوارہ بھی تعمیر کرایا۔

امیر الحجاج کی خدمت انجام دینا

خلفائے راشدین اپنے اپنے دور حکومت میں ایام حج کے دوران امیر الحجاج ہوتے تھے اور لوگوں کو اپنے ساتھ حج کراتے تھے۔ لیکن خلفائے راشدین کے بعد کے خلفاء یہ فریضہ انجام نہیں دیتے تھے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جب مدینہ کے گورنر مقرر ہوئے تو آپ نے اپنے زمانہ گورنری میں یہ مقدس خدمت متعدد بار انجام دی۔

مولانا عبدالسلام ندوی سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ میں لکھتے ہیں کہ مؤرخ یعقوبی نے اپنی تاریخ میں ان تمام سالوں کی تصریح کی ہے جن میں انہوں نے لوگوں کو اپنے

ساتھ حج کرایا۔

معزولی

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ۸۷ھ سے لے کر ۹۳ھ تک مدینہ کے گورنر رہے مکہ اور طائف بھی ان کے زیر حکومت رہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے گورنر مقرر ہوتے وقت خلیفہ ولید بن عبدالملک سے یہ شرط رکھی تھی کہ مجھے ظلم وستم پر مجبور نہ کیا جائے۔ اور ولید نے اس وقت یہ شرط منظور کرلی تھی۔ لیکن بعد میں ولید اس شرط پر قائم نہ رہا۔ ان کی معزولی کا سبب یہ ہوا کہ حجاج بن یوسف بصرہ اور کوفہ کا گورنر تھا۔ اور ظلم وقہر کی وجہ سے اپنا جواب نہیں رکھتا تھا حتیٰ کہ تاریخ اسلام میں حجاج کا قہر ضرب المثل ہوگیا ہے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ کو حجاج کے ظلم وستم کی اطلاعیں ملتی رہتی تھیں۔ آپ نے خلیفہ ولید کو خط لکھا کہ حجاج کے ظلم وستم میں دن بدن اضافہ ہورہا ہے اس کو اس سے باز رکھا جائے۔ حجاج کو جب اس کی اطلاع ہوئی کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے میری شکایت خلیفہ ولید سے کی ہے تو اس نے الٹا ولید کو ایک خط لکھا کہ:

> ”عراق کے مفسد پرداز لوگ جلا وطن ہوکر مکہ اور مدینہ میں آباد ہوگئے ہیں اور عمر بن عبدالعزیزؒ ان کے خلاف کسی قسم کا نوٹس نہیں لے رہے ہیں۔“

ولید نے عمر بن عبدالعزیزؒ کے خط پر کوئی توجہ نہ دی۔ اور حجاج بن یوسف کے خط پر عمر بن عبدالعزیزؒ کے خلاف اس کا دل پراگندہ ہوگیا اور ولید نے حجاج بن یوسف کے خط کو اس لیے بھی اہمیت دی کہ یزید بن معاویہ کے بعد اموی سلطنت کی بنیادیں ہل گئی تھیں وہ حجاج ہی تھا جس نے اپنی بے نیام تلوار سے اور بے روک سفا کی سے ازسرنو اس کی گرتی ہوئی عمارت کو مستحکم کیا تھا۔ اس لیے ۹۳ھ میں ولید نے عمر بن عبدالعزیزؒ کو گورنری سے معزول کردیا۔ اور خالد بن عبداللہ کو مکہ کا گورنر مقرر کیا۔ اور عثمان بن حیان کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا۔ (تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۶۳)



باب : ۲

خلافت

علامہ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں۔ کہ

سلیمان بن عبدالملک جب مرض الموت میں مبتلا ہوا۔ تو اس نے رجاء بن حیاۃ سے دریافت کیا کہ میرے بعد خلیفہ کون ہوگا کیا میں اپنے بیٹے داؤد کو نامزد کردوں۔ رجاء نے جواب دیا۔ آپ کا بیٹا اس وقت یہاں موجود نہیں ہے۔ اور کیا معلوم کہ وہ اس وقت زندہ بھی ہے یا نہیں سلیمان نے کہا تو میں پھر اپنے دوسرے بیٹے ایوب کو نامزد کر دیتا ہوں۔ اس پر رجاء نے جواب دیا وہ ابھی نابالغ ہے۔

اس کے جواب میں سلیمان بن عبدالملک نے کہا۔ تو پھر تمہارے نزدیک کون شخص موزوں ہے رجاء نے جواب دیا۔ کہ:

"عمر بن عبدالعزیزؒ سے زیادہ اور کوئی شخص اس کے لیے مناسب اور موزوں نہیں ہے۔ آپ انہیں خلیفہ نامزد کردیں۔"

سلیمان نے جواب دیا کہ:

"میرے اس اقدام پر میرے بھائی رضامند نہ ہوں گے۔"

رجاء بن حیاۃ نے جواب دیا۔

"اس کی ترکیب یہ ہے کہ آپ عمر بن عبدالعزیزؒ کے بعد یزید بن عبدالملک کو ولی عہد نامزد کردیں۔ اور آپ یہ وصیت نامہ لکھ کر اس پر مہر کر دیجیے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے بعد یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوگا۔ پھر آپ لوگوں کو بلا کر حکم

دیجیے کہ تم اس شخص کی بیعت کرو۔ جس کا نام اس وصیت نامہ میں درج ہے۔"

سلیمان بن عبدالملک کو رجاء بن حیاۃ کی یہ رائے پسند آئی۔ اور قلم دوات منگوا کر یہ وصیت نامہ لکھ دیا۔ اور رجاءؒ کے حوالہ کر دیا۔ اور اس کو حکم دیا کہ اب تم باہر جا کر لوگوں سے بیعت لو۔ چنانچہ رجاء نے باہر جا کر لوگوں کو جمع کیا۔ اور ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میں تم سے امیر المومنین سلیمان بن عبدالملک کے حکم سے اس شخص کی بیعت لیتا ہوں۔ جس شخص کا نام اس وصیت نامہ میں درج ہے۔ لوگوں نے جواب دیا۔ اس شخص کا کیا نام ہے اس پر رجاء نے جواب دیا کہ وصیت نامہ پر مہر لگی ہوئی ہے اس شخص کا نام امیر المومنین کے انتقال کے بعد ہی معلوم ہو سکتا ہے۔"

اس پر لوگوں نے جواب دیا۔

"ہم کس طرح بیعت کر سکتے ہیں جب کہ ہمیں اس شخص کا نام ہی معلوم نہیں۔"

لوگوں کا یہ جواب سن کر رجاء بن حیاۃ سلیمان بن عبدالملک کے پاس گئے اور تمام صورت حال سے اُس کو آگاہ کیا۔

سلیمان بن عبدالملک نے جواب دیا:

"تم کوتوال اور سپاہیوں کو ساتھ لے جاؤ اور زبردستی ان سے بیعت لو اگر وہ بیعت کرنے سے انکار کر دیں۔ تو ان سب کی گردنیں اڑا دو۔"

چنانچہ رجاء بن حیاۃ جب کوتوال اور سپاہیوں کی ایک کثیر تعداد کے ساتھ لوگوں کے پاس گئے تو تمام لوگ بیعت پر راضی ہو گئے۔ اور سب لوگوں نے بیعت کر لی کسی ایک بھی شخص نے بیعت کرنے سے انکار نہ کیا۔

رجاء بن حیاۃ کہتے ہیں کہ:

''میں جب بیعت لینے کے بعد واپس آیا۔ تو راستہ میں مجھے ہشام بن عبدالملک ملا۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ امیر المومنین نے میرے لیے کچھ کہا ہے اگر انہوں نے مجھے محروم کر دیا ہے تو مجھے بتایا جائے تاکہ میں اس کا کچھ انتظام کروں میں نے کہا کہ مجھے اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے امیر المومنین نے یہ سب کام پوشیدہ رکھا ہے۔ اس کے بعد مجھے عمر بن عبدالعزیزؒ مل گئے اور انہوں نے مجھ سے کہا: کہ مجھے سلیمان بن عبدالملک سے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے اپنے بعد خلیفہ نامزد نہ کر دیں۔ کیونکہ اگر انہوں نے ایسا اقدام کیا تو میرے لیے موزوں نہیں ہے کیونکہ میں اس کی اہلیت نہیں رکھتا لہٰذا اگر تمہیں اس بارے میں کچھ معلومات ہیں تو مجھے بتلایا جائے تاکہ میں اس کا تدارک کرسکوں۔ میں نے عمر بن عبدالعزیزؒ کو جواب دیا۔ مجھے اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔ وصیت نامہ پر مہر لگی ہوئی ہے اور سلیمان نے اس کو پوشیدہ رکھا ہے اور اس طرح میں نے عمر بن عبدالعزیزؒ کو ٹال دیا۔''

(تاریخ الخلفاء ص ۳۲۶-۳۲۷)

سلیمان بن عبدالملک کا انتقال اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی بیعت خلافت

۱۰ صفر ۹۹ھ کو سلیمان بن عبدالملک کا انتقال ہو گیا۔

سلیمان اگرچہ رجاء بن حیاۃ کے ذریعہ عمر بن عبدالعزیزؒ کی بیعت لے چکا تھا لیکن رجاء کو یقین تھا کہ بنی اُمیہ آسانی سے عمر بن عبدالعزیزؒ کی خلافت پر رضامند نہیں ہوں گے۔ اس لیے اس نے سلیمان بن عبدالملک کی وفات کو مخفی رکھا۔ اور اس کے بعد رجاء نے سب لوگوں کو جامع مسجد میں جمع کیا۔ ان لوگوں میں خاندان بنی اُمیہ کے لوگ بھی شامل تھے۔ چنانچہ رجاء نے دوبارہ سلیمان کے نامزد کردہ شخص کی بیعت لی جب

سب لوگوں نے بیعت کر لی تو رجاء نے سلیمان بن عبدالملک کی وفات کا اعلان کیا۔ اور اس کے بعد وصیت نامہ کھول کر لوگوں کو سنایا جس میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو خلیفہ نامزد کیا گیا تھا۔

جب عمر بن عبدالعزیزؒ کی خلافت کا اعلان ہوا۔ تو اناللہ کی دو صدائیں بلند ہوئیں۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس لیے اناللہ پڑھی کہ خلافت کا بار ان کے کندھوں پر آپڑا تھا۔ اور ہشام بن عبدالملک نے اس لیے اناللہ پڑھی کہ وہ خلافت سے محروم کر دیئے گئے تھے۔ اور کہا کہ:

''میں عمر بن عبدالعزیزؒ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کر سکتا۔''

رجاء بن حیاۃ نے جب یہ الفاظ ہشام بن عبدالملک کی زبان سے سنے تو اس سے کہا:

''اٹھو۔ بیعت کرو اگر تم نے بیعت نہ کی تو خدا کی قسم ابھی تمہارا سر گردن سے جدا کر دوں گا۔''

چنانچہ ہشام بن عبدالملک نے اٹھ کر حضرت عمر بن عبدالعزیز کی بیعت کر لی۔

سلیمان بن عبدالملک کی تجہیز و تکفین

اس کے بعد سلیمان بن عبدالملک کی تجہیز و تکفین کا سامان کیا گیا اور خود حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے نماز جنازہ پڑھائی اور خود اس کو قبر میں اتارا۔ تجہیز و تکفین کے بعد شاہی سواریاں پیش کی گئیں لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یہ سواریاں واپس کر دیں اور فرمایا:

''میرے لیے میرا خچر ہی کافی ہے۔''

اس کے بعد پولیس افسر مع اپنے ساتھیوں کے حفاظت کے لیے آگے بڑھا تو آپ نے اس کو مع اُس کے آدمیوں کو واپس کر دیا۔ اور فرمایا:

''مجھے کسی سے کوئی خطرہ نہیں ہے میں بھی تمام مسلمانوں کی طرح ایک

مسلمان ہوں۔"

قبرستان سے واپسی

سلیمان بن عبدالملک کو دفن کرنے کے بعد عمر بن عبدالعزیزؒ اپنے خچر پر سوار ہو کر واپس اپنے گھر تشریف لائے واپسی پر لوگوں کا خیال تھا کہ آپ قصر شاہی میں قیام کریں گے۔ لیکن آپ نے کہا کہ وہاں سلیمان کے اہل وعیال ہیں میرا جانا وہاں مناسب نہیں اس لیے آپ اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے۔

پہلے خلیفہ کا سامان

خلفائے بنو امیہ کے یہاں دستور تھا کہ جب خلیفہ کا انتقال ہوتا تو اس کی استعمال شدہ اشیا اس کی اولاد کو ملتی تھیں اور غیر استعمال شدہ اشیا نئے خلیفہ کی ملکیت میں آجاتی تھیں اہل خاندان نے اسی طریقہ کے مطابق سلیمان بن عبدالملک کی اشیا کو تقسیم کرنا چاہا۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ اور فرمایا:

"یہ اشیا نہ میری ہیں، نہ سلیمان کی اور نہ تمہاری۔"

اپنے غلام مزاحم کو حکم دیا کہ:

"ان سب اشیا کو بیت المال میں جمع کر دو۔"

(سیرت ابن عبدالحکم ص ۳۵)

خطبۂ خلافت

اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں کے سامنے ایک خطبہ دیا جس کا خلاصہ یہ ہے:

"لوگو! میری خواہش اور عام مسلمانوں کی خواہش کے بغیر مجھے خلافت کی ذمہ داریوں میں مبتلا کر دیا گیا ہے اس لیے میری بیعت کا جو طوق تمہاری گردن میں ہے میں خود اتارے دیتا ہوں۔ تم جسے چاہو اپنا خلیفہ منتخب کر لو۔"

اس خطبہ کو سن کر لوگوں نے بلند آواز میں کہا کہ:

"ہم نے آپ کو خلیفہ بنایا ہے اور ہم سب آپ سے راضی ہیں آپ خدا کا نام لے کر کام شروع کر دیجیے۔"

جب آپ کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ اب کسی شخص کو ان کی خلافت سے اختلاف نہیں ہے تو اس وقت آپ نے اس بار عظیم کو قبول کیا اور مسلمانوں کے سامنے تقریر کی۔ جس میں تقویٰ، فکر آخرت کی تلقین اور خلیفہ اسلام کی اصلی حقیقت واضح کی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا:

"لوگو! تمہارے نبی کے بعد دوسرا نبی آنے والا نہیں ہے اور اللہ نے اس پر جو کتاب اتاری ہے۔ اس کے بعد دوسری کتاب آنے والی نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے جو چیز حلال کر دی ہے وہ قیامت تک کے لیے حلال ہے اور جو چیز حرام کر دی ہے۔ وہ قیامت تک کے لیے حرام ہے میں (اپنی جانب سے) کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں ہوں بلکہ صرف (احکام الٰہی کو) نافذ کرنے والا ہوں خود اپنی طرف سے کوئی نئی بات کرنے والا نہیں ہوں۔ بلکہ محض پیرو ہوں کسی کو یہ حق نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اس کی اطاعت کی جائے میں تم میں سے کوئی ممتاز آدمی بھی نہیں ہوں بلکہ معمولی فرد ہوں البتہ تمہارے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے مجھے زیادہ گراں بار کیا ہے۔

لوگو! جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اس کی اطاعت واجب ہے اور جو شخص اس کی نافرمانی کرے اس کی فرماں برداری جائز نہیں جب تک میں اللہ کی اطاعت کروں میری اطاعت کرو۔ اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو میری فرماں برداری تم پر فرض نہیں ہے۔

لوگو! خوب سمجھ لو میں فیصلہ کرنے والا نہیں ہوں میں تو بس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلوں کو اللہ کی خاطر نافذ کرنے والا ہوں میں کوئی نیا

راستہ نہیں نکالوں گا۔
لوگو! اللہ تعالیٰ کے خوف وتقویٰ کو لازم پکڑو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہر چیز کا بدل ہے مگر اس کا کوئی بدل نہیں۔
لوگو! مجھ سے پہلے کچھ حکام ہوئے ہیں جن کو خوش رکھنا تم اس واسطے ضروری سمجھتے تھے تاکہ اس کے ذریعہ تم ان کے ظلم سے محفوظ رہ سکو۔
لوگو! میں مال و دولت کو تم سے بچا بچا کر نہیں رکھوں گا بلکہ جہاں مجھے حکم دیا گیا ہے وہاں صرف کروں گا سن رکھو خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی فرماں برداری جائز نہیں۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا:۔
"میں نے آپ حضرات کو ایسے کام کے لیے جمع نہیں کیا جو میں نے ایجاد کیا ہو بلکہ میں نے تمہاری میعاد اور جس حالت کی طرف تم لوٹ کر جانے والے ہو اس میں غور کیا تو میں نے دیکھا کہ جو لوگ اس کی تصدیق کرتے ہیں مگر اس کی تیاری کی کوئی فکر نہیں کرتے وہ احمق ہیں اور جو لوگ اس کے سرے سے منکر ہیں وہ ہلاک ہونے والے ہیں۔"
اس کے بعد آپ منبر سے نیچے اتر آئے اور لوگوں کو چلے جانے کا حکم دیا۔
(تاریخ ابن اثیر ج ۵ ص ۱۶' سیرت ابن عبدالحکم ص ۳۸' ۳۹)

دوسرا خطبہ

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو دوسرے علاقوں سے کئی لوگ دارالخلافہ تشریف لائے اور یہ لوگ اپنی اپنی ضرورتوں کے لیے دارالخلافہ میں آئے ہوئے تھے۔ آپ نے ان تمام لوگوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے درج ذیل خطبہ ارشاد فرمایا:
"لوگو! اپنے اپنے علاقوں کو واپس چلے جاؤ۔ کیونکہ جب تم میرے پاس

ہوتے ہو تو میں بھول جاتا ہوں اور جب تم اپنی اپنی جگہ پر ہو تو مجھے خوب یاد رہتے ہو۔ دیکھو! میں نے کچھ لوگوں کو تم پر حاکم مقرر کیا ہے۔ میں یہ نہیں کہوں گا کہ وہ تم میں سے بہتر آدمی ہیں ہاں یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ بڑوں کے اچھے ہیں اگر کسی شخص پر اس کا حاکم ظلم ڈھاتا ہے تو میں آگاہ کر دینا چاہتا ہوں کہ اسے میری طرف سے اس کی اجازت نہیں ہے۔ (اطلاع ملنے پر اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی) اور جس پر کسی قسم کا ظلم نہیں ہوا۔ (یونہی یہاں آیا ہوا ہے) اسے اپنی جگہ واپس جانا چاہیے آئندہ میں اسے یہاں نہ دیکھوں۔

دیکھو! میں نے اپنے لیے اور اپنے اہل وعیال کے لیے اس مال کو ممنوع قرار دے رکھا ہے اب اگر تم کو دینے میں بھی بخل کروں۔ تو پھر میں پرلے درجے کا کنجوس ٹھہرا۔ اگر میں کسی سنت کو بلند نہ کر سکوں یا حق وانصاف کی راہ نہ چل سکوں تو میں ایک گھڑی بھی زندہ رہنا نہیں چاہتا۔"

(سیرت ابن عبدالحکم ص ۴۰)



باب: ۳

مال مغصوبہ اور باغ فدک کی واپسی

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو ان کا مطمع نظر یہ تھا کہ اُموی حکومت کو خلافت راشدہ میں بدل دینا چاہیے اور وہ چاہتے تھے کہ نظام خلافت میں ایک عظیم انقلاب برپا کیا جائے۔ اور ان کے پیش نظر یہ بھی تھا کہ جب وہ اس سلسلہ میں عملی قدم اٹھائیں گے تو ان کی مخالفت میں ایک طوفان کھڑا ہو جائے گا لیکن آپ نے مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ نظام خلافت میں ضرور تبدیلی لائیں گے۔ چنانچہ آپ نے اس سلسلہ میں دو ضروری کام کرنے کا عزم کیا۔ اور وہ دو کام یہ تھے:

① غصب شدہ مال و جائیداد کی واپسی

② باغ فدک کا معاملہ

غصب شدہ مال و جائیداد کی واپسی

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے پہلے خلفائے بنو اُمیہ نے رعایا کے مال و جائیداد پر ظالمانہ قبضہ کر لیا تھا اور ان کا اصل مالکوں کو واپس کرنا ایک مجدد خلافت اسلامیہ کا سب سے مقدم فرض تھا چنانچہ آپ نے اس سلسلہ میں سب سے پہلے عملی قدم اپنی ذات اور اپنے خاندان سے شروع کیا۔ آپ کے پاس بہت بڑی موروثی جاگیر تھی۔ آپ کے بعض خیر خواہوں نے عرض کیا کہ:

''اگر آپ جاگیر واپس کریں گے تو اولاد کے لیے کیا انتظام کریں گے۔''

فرمایا:

''میں ان کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔''

اس کے بعد آپ نے بنی مروان کو جمع کیا اور ان سے فرمایا:

''بنی مروان! تم کو شرف اور دولت کا وافر حصہ ملا ہے میرا خیال ہے کہ امت کا نصف یا دو تہائی مال تمہارے قبضہ میں ہے۔''

یہ لوگ اشارہ سمجھ گئے اور عمر بن عبدالعزیزؒ سے مخاطب ہو کر کہا:

''خدا کی قسم! جب تک ہمارے سر تن سے جدا نہ ہوں گے اس وقت تک ہم یہ جائیداد واپس نہیں کر سکتے خدا کی قسم نہ اپنے آباؤ اجداد کو کافر بنا سکتے ہیں اور نہ ہی اپنی اولاد کو مفلس بنائیں گے۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جب بنی مروان کی زبانوں سے یہ الفاظ سنے تو آپ نے فرمایا:

''خدا کی قسم اگر اس حق میں تم میری مدد نہ کرو گے تو میں تم سب کو ذلیل و رسوا کر کے چھوڑوں گا۔''

(سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ ابن جوزی ص ۱۰۸)

اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے عام مسلمانوں کو مسجد میں جمع ہونے کا حکم دیا جب تمام لوگ مسجد میں جمع ہو گئے تو آپ نے ان کے سامنے تقریر کی۔

''ان لوگوں (اُموی خلفاء) نے ہم ارکانِ خاندان کو ایسی جاگیریں اور عطیات دیے۔ خدا کی قسم جن کے دینے کا نہ ان کو کوئی حق تھا اور نہ ہمیں ان کے لینے کا۔ اب میں ان سب کو ان کے اصلی حق داروں کو واپس کرتا ہوں۔ اور اپنی ذات اور اپنے خاندان سے شروع کرتا ہوں۔''

اس تقریر کے بعد عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے غلام مزاحم کو حکم دیا کہ وہ شاہی خریطہ لائے۔ جس میں جاگیروں کی الاٹمنٹ کے آرڈر تھے چنانچہ مزاحم خریطہ لائے اور پڑھ

کے سناتے جاتے تھے۔ اور عمر بن عبدالعزیزؒ انہیں قینچی سے کاٹ کاٹ کر پھینکتے جاتے تھے اور ظہر کی نماز تک آپ نے تمام جاگیریں اصل حق داروں کو واپس کر دیں حتیٰ کہ ایک نگینہ بھی اپنے پاس نہ رہنے دیا۔

(طبقات ابن سعد ص ۲۵۲)

حافظ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں کہ:

عتبہ بن سعید بن ابی العاص عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس آئے اور عرض کی:

''امیر المومنین آپ سے پہلے کے خلفائے بنو اُمیہ ہم کو مال و متاع سے نوازا کرتے تھے عطیات مرحمت فرماتے تھے۔ لیکن آپ نے یہ سب سلسلہ بند کر دیا ہے۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا:

''تم محنت و مشقت سے کام کرو۔ اور اپنی روزی کماؤ پھر فرمایا: اے عتبہ! تم موت کو زیادہ یاد کرو تاکہ تم اگر تنگ دست ہو تو اس میں وسعت پیدا کرو اگر تم کو وسعت اور فراخی میسر ہے تو تم کو تنگی محسوس ہو۔''

(تاریخ الخلفاء ص ۳۳۳)

بیوی کا تمام مال اور زیورات بیت المال میں داخل کر دیا

آپ کی بیوی فاطمہ عبدالملک کی بیٹی تھی۔ عبدالملک نے شادی کے وقت بہت سا زیور اور ایک بیش بہا قیمتی پتھر دیا تھا اور یہ پتھر اور زیور فاطمہ بنت عبدالملک کے پاس محفوظ تھا۔

عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنی بیوی سے فرمایا:

''تمہارے پاس جو زیور اور قیمتی پتھر ہے یہ سب بیت المال میں جمع کرا دو۔ اگر تم یہ زیور وغیرہ اپنے پاس رکھنا چاہتی ہو تو پھر مجھے چھوڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

اطاعت شعار بیوی نے جواب دیا۔

''آپ میرا تمام زیور اور قیمتی پتھر شوق سے بیت المال میں جمع کرا دیجیے میں زیور کے مقابلہ میں آپ کو ترجیح دیتی ہوں۔''

(تاریخ الخلفاء ص ۳۳۳)

جب عمر بن عبدالعزیز کا انتقال ہو گیا اور حسب وصیت یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو آپ کی زوجہ محترمہ (اپنی بہن فاطمہ) سے کہا' کہ اگر تم چاہو تو میں تمہارا تمام زیور بیت المال سے واپس لے کر تم کو دے دوں۔

فاطمہ نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا:

''جو چیز میں اپنی مرضی سے اپنے خاوند کی زندگی میں دے چکی ہوں۔ تو اب ان کے انتقال کے بعد واپس نہیں لوں گی۔''

باغ فدک سے دستبرداری

فدک خیبر کا ایک گاؤں تھا۔ فتح خیبر کے بعد رسول اکرم ﷺ اسے ''خالصہ'' قرار دے دیا تھا اور اس کی آمدنی آپ ﷺ اہل بیت اور بنی ہاشم کی ضروریات میں صرف فرماتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس کا مطالبہ کیا لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ:

''رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ انبیاء کے مال میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔''

البتہ میں اسے انہی مصارف میں صرف کرتا رہوں گا جن میں رسول اللہ ﷺ صرف فرمایا کرتے تھے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو وہ بھی انہی مصارف میں صرف کرتے رہے جن پر رسول اللہ ﷺ صرف فرمایا

کرتے تھے۔

اس کے بعد مروان بن الحکم نے باغ فدک کو اپنی ذاتی جاگیر بنالیا۔ اس کے بعد وراثتہً حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے قبضہ میں آیا۔

سنن ابوداؤد میں ہے:

''عبداللہ بن جریر مغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیزؒ بن مروان بن الحکم نے مروان کے بیٹوں کو جمع کیا جس وقت وہ خلیفہ بنائے گئے تو آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا جو باغ فدک تھا تو آپ اس کی آمدنی اپنے اہل وعیال' فقراء اور مساکین پر خرچ کرتے تھے۔ اور اس سے بنی ہاشم کے چھوٹے لڑکوں پر احسان کرتے تھے اور بیوہ عورتوں کے نکاح پر بھی خرچ کرتے رسول اللہ ﷺ سے حضرت فاطمہؓ نے فدک کا سوال کیا تھا۔ یعنی فدک مجھے دے دیا جائے تو آپ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو فدک نہ دیا۔ اور اس کی جو صورت تھی وہ اسی طرح رہی جو رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں تھی جب آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو اس کی صورت وہی رہی جو رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں تھی جب حضرت ابوبکر صدیق کی وفات ہوئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے ایسا ہی عمل کیا جس طرح آنحضرت ﷺ اپنی زندگی میں اپنے اہل وعیال اور برادران بنی ہاشم پر اور نکاح بیوگان وغیرہ پر صرف کرتے تھے ویسے ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کیا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر فاروقؓ کی وفات ہوئی پھر مروان بن الحکم نے اس کو اپنی ذاتی جاگیر بنالیا یعنی اپنے لیے اور اپنے اخلاف کے لیے۔ اور اس نے یہ اقدام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت یا اپنی بادشاہت میں کیا اس کے بعد فدک عمر بن عبدالعزیزؒ کے قبضۂ تصرف میں آیا تو میں نے یہ امر دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نہیں دیا۔ تو وہ میرے لیے سزاوار نہیں اور میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ فدک کی جو حالت عہد رسالت میں تھی اس کو اسی طرف لوٹاتا ہوں۔" (سنن ابی داؤد مترجم ج ۲ ص ۵۰۶)

مولانا عبدالسلام ندوی لکھتے ہیں کہ:

"عمر بن عبدالعزیزؒ نے گورنر مدینہ ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کو ایک خط لکھا کہ مجھے تحقیقات کے بعد معلوم ہوا ہے کہ فدک سے فائدہ اٹھانا میرے لیے جائز نہیں ہے اس لیے میں اس کو اسی حالت میں لانا چاہتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں تھی جب آپ کو میرا یہ خط ملے تو اس کو ایک ایسے شخص کے قبضہ میں دیجیے۔ جو تمام حقوق کی محافظت کے ساتھ اس کی نگرانی کرے۔"

اموال مغصوبہ کی واپسی کا اثر خاندان بنو امیہ پر

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے نہ صرف علاقے اور جاگیریں چھین کر بنی اُمیہ کو تہی دست کر دیا۔ بلکہ ان کے سارے امتیازات مٹا کر ان کی نخوت و غرور کو خاک میں ملا دیا آپ کے اس اقدام سے خاندان میں ان کے خلاف سخت برہمی پھیل گئی اور انہوں نے ہر طریقہ سے یہ پوری کوشش کی کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے جو تحریک چلائی ہے اس کو ختم کیا جائے اور اہل خاندان نے ایک دفعہ آپ سے کہا تھا کہ آپ نے جو یہ سلسلہ شروع کیا ہے ہم اس پر راضی نہیں ہیں اور ہم کسی بھی صورت میں اپنی جاگیریں واپس نہیں کریں گے۔ اور نہ ہی مال آپ کو واپس دیں گے تو ان کے جواب میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا تھا۔

"یہ آپ کی خام خیالی ہے۔ میں آپ سے تمام غصب شدہ مال واپس لے کر اُن کے اصلی حق داروں کو واپس کروں گا۔"

خاندان بنی اُمیہ نے ہر طریقہ سے کوشش کی کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے جو تحریک

چلائی ہے اس سے دستبردار ہو جائیں۔ چنانچہ عمر بن الولید بن عبدالملک نے آپ کو ایک خط لکھا اس خط کا خلاصہ یہ ہے۔

"تم نے گزشتہ خلفاء پر عیب لگایا ہے اور ان کی اولاد کی دشمنی سے ان کے مخالف روش اختیار کی ہے تم نے قریش کی دولت اور ان کی میراث کو ظلم و عدوان سے بیت المال میں داخل کر کے قطع رحم کیا ہے عمر بن عبدالعزیزؒ خدا سے ڈرو اور اس کا خیال کرو کہ تم نے ظلم کیا تم نے منبر پر بیٹھنے کے ساتھ ہی اپنے خاندان کو ظلم و جور کے لیے مخصوص کر لیا۔ اس خدا کی قسم جس نے حضرت محمد ﷺ کو بہت سی خصوصیات کے ساتھ مختص کیا تم اپنی اس حکومت میں جس کو تم مصیبت کہتے ہو خدا سے بہت دور ہو گئے۔ اپنی خواہشات کو روکو اور یقین کرو کہ تم ایک جبار کے سامنے اور اس کے قبضہ میں ہو۔ اور اس حالت میں چھوڑے نہیں جا سکتے۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اگرچہ سراپا حلم تھے لیکن آپ نے بھی اس کا سخت جواب لکھا:

"مجھے تمہارا خط ملا۔ اور جیسا تم نے لکھا ہے میں ویسا ہی جواب دوں گا تمہاری ابتدائی حالت یہ ہے کہ تمہاری ماں بنانہ سکون کی لونڈی ہے جو حمص کے بازاروں میں ماری ماری پھرتی تھی اور شراب کی دوکانوں میں جایا کرتی تھی اس کو ذبیان بن ذبیان نے مسلمانوں کے مال غنیمت سے خریدا تھا اور تمہارے باپ کو ہدیۃً دیا۔ اسی سے تم پیدا ہوئے تو کس قدر بری ہے ماں اور کس قدر برا ہے بچہ اس کے بعد تم نشوونما پا کر ایک معاند اور ظالم ہوئے تمہارا خیال ہے کہ میں ظالموں میں سے ہوں میں نے تم کو اور تمہارے خاندان کو خدا کے مال سے جس میں اہل قربیٰ' مساکین اور بیواؤں کا حق ہے محروم کر دیا۔ لیکن مجھ سے زیادہ ظالم اور مجھ سے زیادہ خدا کے عہد کو چھوڑ

دینے والا وہ شخص ہے جس نے تم کو بچپن اور سفاہت کی حالت میں مسلمانوں کی ایک چھاؤنی کا افسر مقرر کیا۔ اور تم اپنی رائے کے موافق ان کے معاملات کا فیصلہ کرتے رہے۔ اس تقرر کا بجز محبت پدری کے اور کوئی مقصد نہ تھا۔ پس پھٹکار ہو تجھ پر اور پھٹکار ہو تیرے باپ پر' قیامت کے دن تمہارے کس قدر مدعی ہوں گے۔ اور تمہارا باپ اپنے مدعیوں سے کیوں کر نجات پائے گا۔

مجھ سے زیادہ ظالم اور مجھ سے زیادہ خدا کا عہد چھوڑنے والا وہ شخص ہے جس نے حجاج کو عرب کے خمس پر مقرر کیا۔ جو حرام خون بہاتا تھا اور حرام مال لیتا تھا۔

مجھ سے زیادہ ظالم اور مجھ سے زیادہ خدا کا عہد چھوڑنے والا وہ شخص ہے جس نے قرۃ بن شریک جیسے اجڈ بدو کو مصر کا عامل مقرر کیا۔ جس نے راگ باجہ' لہو لعب اور شراب خوری کی اجازت دی۔ مجھ سے زیادہ ظالم اور مجھ سے زیادہ خدا کا عہد چھوڑنے والا وہ شخص ہے جس نے عرب کے خمس میں عالیہ بربریہ کا حصہ مقرر کیا۔

اگر مجھ کو فرصت ہوتی تو میں تجھ کو اور تیرے خاندان کو روشن راستے پر لاتا۔ ہم نے مدتوں سے حق کو چھوڑ دیا اگر تم فروخت کیے جاؤ' اور تمہاری قیمت یتیموں' مسکینوں' اور بیواؤں پر تقسیم کی جائے تو کافی نہ ہو گی کیونکہ تم پر سب کا حق ہے ہم پر سلام ہو۔ خدا کا سلام ظالموں کو نہیں پہنچتا۔"

(سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ ابن جوزی ص ۱۱۲)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جو تحریک چلائی تھی اس پر وہ سختی سے عمل پیرا تھے۔ تو بنی مروان نے ایک بار ہشام بن عبدالملک کو اپنا وکیل بنا کر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس بھیجا۔ اور انہیں کہا کہ آپ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے کہیں کہ انہوں نے جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے اس کو بند کریں۔ چنانچہ ہشام بن عبدالملک نے آپ سے آ کر کہا۔

"اے امیر المومنین میں آپ کی خدمت میں تمام خاندان کی طرف سے قاصد بن کر آیا ہوں۔ اور ان کا مطالبہ ہے جو چاہے کیجیے لیکن گزشتہ خلفاء جو کچھ کر گئے ہیں اس کو اسی حالت میں رہنے دیجیے۔"

عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس کے جواب میں ہشام بن عبدالملک سے پوچھا تمہارے پاس دو دستاویز ہوں۔ ایک امیر معاویہؓ کی اور دوسری عبدالملک کی تو تم دونوں میں کس پر عمل کرو گے۔"

ہشام نے کہا جو مقدم ہو گی۔

عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہا۔

"تو میں نے کتاب اللہ کو سب سے مقدم دستاویز پایا ہے اس لیے ہر اس چیز میں جو میرے اختیار میں ہے خواہ وہ میرے زمانہ کی ہو یا گزشتہ زمانہ سے متعلق ہو اسی کے مطابق عمل کروں گا۔"

(سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ ابن جوزی ص ۱۱۹)

جب بنی مروان کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو انہوں نے آخری حربہ استعمال کیا۔ اور آپ کی پھوپھی کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ چنانچہ وہ آئیں اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے کہا کہ:

"عمر! تمہارے اعزہ و اقارب شکایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم نے ان سے غیر کی دی ہوئی روٹی چھین لی۔"

عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہا:

"میں نے ان کا کوئی حق نہیں چھینا۔"

پھوپھی نے جواب دیا کہ:

"سب لوگ اس کے متعلق گفتگو کرتے ہیں اور مجھے خوف ہے کہ تمہارے خلاف بغاوت نہ کر دیں۔"

عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ:

"اگر میں قیامت کے سوا کسی دن سے ڈروں تو خدا مجھے اس کی برائیوں سے نہ بچائے۔"

اس کے بعد ایک اشرفی، گوشت کا ایک ٹکڑا اور ایک انگیٹھی منگوائی اور اشرفی کو آگ میں ڈال دیا جب وہ خوب سرخ ہوگئی۔ تو اس کو اٹھا کر گوشت کے ٹکڑے پر رکھ دیا جس سے وہ بھن گیا اب پھوپھی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ:

اپنے بھتیجے کے لیے اس قسم کے عذاب سے پناہ نہیں مانگتیں

پھوپھی نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور خاموشی سے اٹھ کر چلی گئیں۔

بنی مروان حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے اس عملی اقدام سے سخت ناراض تھے اور انھوں نے آپ کی مخالفت میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی تھی لیکن ان سب مخالفتوں کا اثر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے قبول نہ کیا اور انہوں نے جو تحریک اٹھائی اس کو مکمل کر کے چھوڑا۔ تاہم آپ نے مختلف اخلاقی طریقوں سے اپنے خاندان کی ناراضی کو کم کیا۔



باب : ۴

اصلاحات

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے مسند خلافت پر متمکن ہوتے ہی ملک میں اصلاحات کی طرف توجہ کی۔ آپ نے سب سے پہلے صوبوں کے گورنروں کے نام ایک فرمان جاری کیا۔ جس میں آپ نے اپنے پروگرام اور عزائم سے آگاہ کیا۔

آپ کا فرمان یہ تھا:

''سلیمان بن عبدالملک اللہ کے بندوں میں ایک بندہ تھا۔ جسے اُس نے نعمتِ خلافت سے بہرہ اندوز کیا تھا۔ اب اس کا انتقال ہو گیا اور میں اس کا قائم مقام بنایا گیا ہوں اللہ نے جو ذمہ داری مجھ پر عائد کی ہے وہ بہت سخت ہے اگر بیویاں جمع کرنا اور دولت سمیٹنا مجھے منظور ہوتا تو مجھ سے زیادہ کسی کے لیے اس کے وسائل مہیا نہ تھے۔ لیکن میرا تو حال یہ ہے کہ میں خلافت کی ذمہ داری کے سلسلہ میں سخت محاسبہ سے لرزاں ہوں۔ البتہ اگر اللہ نے رحم و درگزر سے کام لیا تو امید ہے کہ چھٹکارا ہو جائے۔''

اس کے علاوہ مختلف صوبوں کے گورنروں کے نام مخصوص حالات کے پیش نظر مخصوص احکام بھیجے۔ سلیمان بن ابی السریٰ کو لکھا۔

''تم مسافر خانے بنواؤ۔ جو مسلمان ادھر سے گزرے اس کو ایک دن اور ایک

رات مہمان ٹھہراؤ اس کی ضیافت کرو۔ اس کی سواری کے چارہ کا بندوبست کرو۔ اگر مسافر مریض ہو تو اس کے علاج و معالجہ کی طرف توجہ دو۔ اور سرکاری خرچہ پر اس کو اس کے گھر پہنچانے کا بندوبست کرو۔"

گورنر کوفہ عبدالحمید کو یہ حکم بھیجا کہ

"رعایا سے اچھا برتاؤ کرو۔ خراج کے معاملہ میں نرمی اختیار کرو۔ غیر آباد زمین سے خراج کا مطالبہ نہ کرو۔ اگر غیر مسلم شخص دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائے تو اس سے جزیہ وصول نہ کیا جائے۔"

امراء سے باز پرس

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے امراء کا سختی سے احتساب کیا خراسان کے گورنر یزید بن مہلب کے ذمہ بیت المال کی ایک گراں قدر رقم واجب الادا تھی۔ اس کو دربار خلافت میں طلب کر کے اس سے رقم کا مطالبہ کیا۔ اس نے رقم ادا کرنے سے انکار کر دیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یزید بن مہلب سے کہا' کہ اگر تم نے رقم بیت المال میں جمع نہ کرائی تو تجھے قید کر دیا جائے گا۔ جو رقم تم نے دبا رکھی ہے وہ تمہیں ہر حال میں ادا کرنی ہوگی۔ اور یہ مسلمانوں کا حق ہے اور میں اسے کسی صورت میں نہیں چھوڑ سکتا۔ چنانچہ یزید بن مہلب کو جیل خانہ بھجوا دیا گیا۔

یزید بن مہلب کے بیٹے مخلد کو جب اس کی اطلاع ملی کہ میرے والد کو جیل بھجوا دیا گیا ہے تو وہ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیزؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے والد کی رہائی کا مطالبہ کیا۔

عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا:

"میں جب تک تمہارے والد سے ایک ایک کوڑی نہ وصول کر لوں گا تمہارے والد کو نہ چھوڑوں گا۔ یہ معاملہ حقوق مسلمین کا ہے۔"

(تاریخ طبری ج ٦ ص ٣٤)

یزید بن مہلب کی جگہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جراح بن عبداللہ کو خراسان کا گورنر مقرر کیا تو اس نے ان غیر مسلم لوگوں پر جو دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تھے جزیہ بحال رکھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپ نے جراح بن عبداللہ کو لکھا کہ:

''رسول اکرم ﷺ کو دین مبین کا داعی بنا کر بھیجا گیا تھا ٹیکس وصول کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا جو شخص نماز ادا کرے تمہیں اس سے جزیہ وصول کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔''

جراح بن عبداللہ نے اس حکم کی تعمیل شروع کر دی تو لوگ گروہ در گروہ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ یہ حالت دیکھ کر بعض حاشیہ نشینوں نے پھر جراح کو بہکایا کہ ان لوگوں کا ختنہ کرا کے اُن کے اخلاص کا امتحان لینا چاہیے جراح نے اس سلسلہ میں عمر بن عبدالعزیزؒ کی رائے طلب کی۔ تو آپ نے جواب میں لکھا:

''اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو داعی اسلام بنا کر بھیجا تھا۔ ختنہ کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا۔''

آخر کار حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جراح بن عبداللہ کو اس کے عہدہ سے معزول کر دیا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۱۸۸)

بیت المال کی اصلاح

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے پہلے خلفائے بنو اُمیہ کے دور میں بیت المال میں کچھ خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ آپ نے بیت المال کی اصلاح کی طرف توجہ کی آپ نے جو اصلاحات کیں اس کی مختصر تفصیل یہ ہے:

1. آپ کے دور خلافت سے پہلے تمام آمدنیاں خمس، صدقہ اور فے ایک جگہ جمع ہوتی تھیں۔ ان کا علیحدہ حساب نہیں رکھا جاتا تھا۔ آپ نے حکم دیا کہ ہر قسم کی

آمدنی علیحدہ علیحدہ جمع کی جائے۔ اور اس کا علیحدہ حساب رکھا جائے۔

(طبقات ابن سعد ۲۹۸)

۲ بیت المال مسلمانوں کا مشترکہ خزانہ ہے اس سے ہر مسلمان مساوی فائدہ اٹھا سکتا ہے لیکن آپ سے پہلے شاہی خاندان کا وظیفہ مخصوص تھا۔ آپ نے اس کو کلیتہً بند کر دیا۔

(تاریخ الخلفاء ۲۳۳)

۳ آپ سے پہلے کے خلفاء اُن شعراء وادباء کو جو ان کی مدح میں قصائد وغیرہ لکھتے تھے۔ بیت المال سے انعامات دیتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یہ سب انعامات اور وظائف بند کر دیئے۔

(تاریخ الخلفاء ص ۲۴۳)

۴ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے پہلے خلفاء جب عشاء اور فجر کی نماز کے لیے مسجد میں جاتے تھے تو آدمی شمع لے کر ساتھ چلتا تھا اور شمع کا خرچہ بیت المال پر پڑتا تھا۔ جمعہ کے دن اور رمضان کے مہینے میں مساجد میں خوشبو سلگائی جاتی تھی اور اس کے مصارف بھی بیت المال سے ادا کیے جاتے تھے۔ آپ نے یہ سلسلہ بالکل بند کر دیا۔

(طبقات ابن سعد ص ۲۹۹)

۵ بیت المال کی آمدنیوں میں خمس کے پانچ مصرف متعین ہیں جن کے علاوہ ان کو کسی دوسری جگہ صرف نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے پہلے کے خلفاء ان مصارف کا لحاظ نہیں کرتے تھے۔ مصارف میں سب سے مقدم اہل بیت ہیں لیکن ولید اور سلیمان نے اہل بیت کو ان کے حق سے محروم کر دیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جب خلیفہ ہوئے تو آپ نے خمس کو ان کے صحیح مصارف میں صرف کیا۔ اور اہل بیت کو ان کا حق دیا۔

(طبقات ابن سعد ص ۲۸۹)

بیت المال کی اصلاح' حفاظت اور نگرانی کا آپ سختی سے نوٹس لیتے تھے۔ اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی برداشت نہیں کرتے تھے حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ:

ایک بار یمن کے بیت المال سے ایک دینار گم ہو گیا تو آپ نے افسر بیت المال کو لکھا کہ:

''میں تمہاری امانت پر کوئی الزام نہیں لگاتا۔ لیکن تمہاری بے پرواہی و غفلت کو مجرم قرار دیتا ہوں۔ میں مسلمانوں کے مال کی طرف سے مدعی ہوں تم پر فرض ہے کہ قسم کھاؤ۔'' (سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ ص ۸۸)

محاصل کی اصلاح

خراج' جزیہ اور ٹیکس ملکی محاصل ہیں اور ان کی آمدنی پر ملک اور حکومت کی بقا اور خوشحالی کا دارومدار ہے۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور حکومت سے پہلے ان تمام چیزوں کا نظام ابتر ہو گیا تھا۔ اور رعایا کے لیے یہ ٹیکس وغیرہ ایک بوجھ بن گئے تھے۔

① اسلام میں جزیہ صرف غیر مسلموں سے وصول کیا جاتا تھا۔ لیکن جب کوئی یہودی' عیسائی اور پارسی وغیرہ اسلام قبول کر لیتا تھا تو اس سے جزیہ وصول نہیں کیا جاتا تھا۔ لیکن حجاج بن یوسف ایسا نہیں کرتا تھا وہ نو مسلموں سے بھی جزیہ وصول کرتا تھا۔

مولانا عبدالسلام ندوی سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ میں تاریخ مقریزی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

''ذمیوں میں جو لوگ مسلمان ہو جاتے تھے ان سے سب سے پہلے حجاج نے جزیہ وصول کیا۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے نو مسلموں سے جو جزیہ وصول کیا جاتا تھا۔ اس کو ساقط کر دیا آپ نے حیان بن شریح کو لکھا کہ:

''ذمیوں میں جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں ان کا جزیہ ساقط کر دیا جائے۔''

کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

﴿فَإِنْ تَابُوْا وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (التوبہ : ۵)

''اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوۃ ادا کرنے لگیں تو تم ان کی راہ چھوڑ دو یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔''

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ﴾ (التوبہ : ۲۹)

''ان لوگوں سے لڑو جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور اللہ اور اس کے رسول کی حرام کردہ چیز کو حرام نہیں جانتے نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں ان لوگوں میں سے جنہیں کتاب دی گئی ہے یہاں تک کہ وہ ذلیل وخوار ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔''(۱)

۲ نوروز اور مہرجان پارسیوں کا تہوار تھا۔ اور اس تہوار کے رسم و رواج کے پابند صرف پارسی ہو سکتے تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان تہواروں پر رعایا سے ایک معمولی رقم وصول کرنا شروع کی تھی۔ اور اس کی مقدار ایک کروڑ درہم ہوتی تھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یہ سلسلہ بالکل ختم کر دیا۔ اور حکم جاری کر دیا کہ نوروز اور مہرجان کے بدلے ان کے پاس کسی قسم کی کوئی چیز نہ بھیجی جائے۔

---

(۱) مفسرین کرام نے ان دونوں آیات کی تفسیر میں لکھا ہے کہ: جو شخص مسلمان ہو جائے۔ اس کے خلاف کسی قسم کی کارروائی نہ کی جائے۔ اور قبول اسلام کے بعد اقامت صلوۃ اور ادائے زکوۃ کا اہتمام ضروری ہے اور جو شخص ان میں سے کسی ایک کو ترک کرے تو وہ مسلمان نہیں سمجھا جائے گا۔
جزیہ ایک متعین رقم ہے جو سالانہ ایسے غیر مسلموں سے لی جاتی ہے جو کسی اسلامی حکومت میں قیام پذیر ہوں اور اس کے بدلے میں ان کے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کی ذمے داری اسلامی مملکت پر ہوتی ہے۔ (عراقی)

(طبقات بن سعد ص ۲۶۲)

۳ حجاج بن یوسف کا بھائی محمد بن یوسف جب یمن کا گورنر مقرر ہوا تو اس نے حجاج کی طرح ظلم وستم کا سلسلہ شروع کیا۔ اور رعایا پر بے جا قسم کے ٹیکس عائد کر دیئے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یہ تمام ٹیکس کلیتاً ختم کر دیئے اور صرف عشر مقرر کیا۔

(فتوح البلدان ص ۸۰)

۴ فرات میں کچھ خراجی زمین تھی۔ لیکن جب وہاں کے کچھ لوگ مسلمان ہوگئے اور کچھ اراضی دوسرے لوگوں کے ہاتھ سے نکل کر مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئی۔ تو وہ حسب معمول عشری ہوگئی۔ حجاج نے اپنے زمانہ میں ان لوگوں سے بھی خراج وصول کیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے دوبارہ اس زمین کو عشری قرار دیا۔

(فتوح البلدان ص ۸۰)

۵ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے پہلے کے خلفائے بنو اُمیہ نے رعایا پر مختلف قسم کے ٹیکس عائد کیے تھے۔

مولانا عبدالسلام ندوی کتاب الخراج از قاضی ابو یوسف کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

> "روپیہ ڈھالنے پر ٹیکس۔ چاندی پگھلانے پر ٹیکس۔ عرائض نویسی پر ٹیکس، دوکانوں پر ٹیکس، گھروں پر ٹیکس، پن چکیوں پر ٹیکس، نکاح کرنے پر ٹیکس غرض کہ کوئی چیز ٹیکس سے بری نہ تھی۔ اور یہ ٹیکس ماہوار وصول کیے جاتے تھے۔"

(سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ ص ۱۲۰)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یہ سب ناجائز ٹیکس موقوف کر دیے اور اس کے ساتھ آپ نے یہ اقدام بھی کیا کہ آپ زکوۃ وصول کرنے والے شاہراہوں پر بیٹھ جاتے تھے۔ اور زکوۃ وصدقات وصول کرتے تھے لیکن جب آپ کو اس کی اطلاع ملی کہ لوگ اس طریقہ سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں تو اس کو موقوف کر دیا اور حکم جاری کر دیا کہ اب

اس طرح زکوٰۃ اور صدقہ وصول نہ کیا جائے۔

آپ نے ہر شہر میں ایک عامل مقرر کیا۔ جو زکوٰۃ و صدقات وصول کرتا تھا۔

(طبقات ابن سعد ص ۲۷۹)

خراج وصول کرنے کے بارے میں عمر بن عبدالعزیزؒ کا فرمان

خراج وصول کرنے کے بارے میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایک فرمان عبدالحمید بن عبدالرحمان گورنر کوفہ کے نام بھیجا اس فرمان سے آپ کے طرز عمل کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔

آپ نے لکھا:

''زمین کا معائنہ کرو بنجر زمین کا بار آباد زمین پر اور آباد زمین کا بار بنجر زمین پر نہ ڈالو۔ بنجر زمینوں کا معائنہ کرو۔ اگر ان میں کچھ صلاحیت ہو تو بقدر گنجائش اس سے خراج لو اور اس کی اصلاح کرو تاکہ آباد ہو جائے جن زمینوں سے کچھ پیداوار نہیں ہوتی۔ ان سے خراج نہ لو۔ اور جو زمینیں قحط زدہ ہو جائیں ان کے مالکوں سے نہایت نرمی کے ساتھ خراج وصول کرو۔ خراج میں صرف وزن سبعہ لو۔ جن میں سونا نہ ہو' ٹکسال اور چاندی پگھلانے والوں سے ٹیکس' نوروز اور مہرجان کے ہدیے' عرائض نویسی اور فتوح کا ٹیکس' گھروں کا ٹیکس' اور نکاح کرنے کا ٹیکس نہ لو اور جو ذمی مسلمان ہو جائیں ان پر خراج نہیں ہے۔''

(کتاب الخراج ص ۴۹)

جیل خانوں کی اصلاح

مجرموں کو جرائم کی سزا دینا قیام امن کے لیے ضروری ہے لیکن مجرموں کے ساتھ ظلم و ستم اور زیادتی کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ اسلام چونکہ ایک متمدن مذہب کا بانی تھا۔ اس لیے اس نے قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ تک جیل خانوں میں متعدد خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں مثلاً:

1. ولید بن عبدالملک کے عہد حکومت میں کسی شخص کے بارے میں اس کو معلوم ہوتا کہ یہ کوئی تخریبی کارروائی کر رہا ہے تو شبہ میں گرفتار کر کے اس کو قتل کر دیتا تھا۔
2. قید خانے میں جو قیدی مر جاتا حکومت کی طرف سے اس کے کفن دفن کا کوئی انتظام نہیں تھا قیدی چندہ جمع کر کے مزدوروں کے ذریعہ لاش جیل سے باہر بھجوا دیتے اور اس کو بے گور و کفن نماز جنازہ پڑھے بغیر دفن کر دیا جاتا۔
3. اسلام نے خود جن جرائم کی سزائیں مقرر کر دی ہیں ان میں تو کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا تاہم اسلام نے تعزیر کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔ اور اس کو خود امام کی رائے پر چھوڑ دیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے پہلے عمال نے اس قدر سختیاں کر دی تھیں کہ معمولی جرائم یعنی الزام و شبہ پر تین تین سو کوڑے مارے جاتے تھے۔

(کتاب الخراج ص ۸۹)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جیل خانوں کی اصلاح کی طرف توجہ کی اور اس کے متعلق انہوں نے گورنروں کے نام ایک فرمان جاری کیا اس فرمان سے ان کے طرز عمل کا صحیح اندازہ ہوتا ہے

آپ نے فرمان جاری کیا:

"قید خانے میں کسی مسلمان کو اس طرح بیڑی نہ پہنائی جائے کہ وہ کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے۔ اور بجز قاتل کے رات کے وقت پر قیدی کی بیڑی اتار لی جائے ان کا اتنا وظیفہ مقرر کرو جو ان کے کھانے کے لیے کافی ہو اس کا اندازہ کر لو۔ اور یہ وظیفہ ان کو ماہوار دو کیونکہ اگر ان کو روٹی دی جائے گی تو قید خانہ کے نگران کار اس کو اڑا لیں گے اس کا انتظام ایک نیک آدمی کے سپرد کرو جو ان کے نام کو رجسٹر میں درج کرے اور وہ رجسٹر اس کے پاس

رہے اور وہ ہر مہینے میں بیٹھ کر ایک ایک قیدی کا نام لے کر پکارے اور خود ہر ایک کے ہاتھ میں اس کا وظیفہ دے جو لوگ رہا ہو جائیں ان کا وظیفہ بند کر دیا جائے اور ہر قیدی کو مہینے میں دس درہم دیئے جائیں۔ لیکن ہر قیدی کو وظیفہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

قیدیوں کو جاڑوں میں ایک قمیض اور ایک کمبل اور گرمیوں میں قمیض اور تہ بند دینا ہوگا۔ عورتوں کو بھی اسی قدر وظیفہ ملے گا لیکن ان کے لباس میں ایک برقع کا اضافہ کرنا ہوگا۔

قیدیوں کو اس سے بے نیاز کر دو کہ وہ بیڑیاں ہلاتے ہوئے نکلیں کہ لوگ ان کو صدقہ و خیرات دیں کیونکہ یہ ایک بڑا جرم ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت جو جرائم کی پاداش میں قید ہو اس طرح نکلے میرا خیال ہے کہ اہل شرک بھی مسلمان قیدیوں کے ساتھ ایسا سلوک نہ کرتے ہوں گے پھر مسلمانوں کے ساتھ یہ برتاؤ کیوں کر جائز ہو سکتا ہے یہ لوگ بھوک کی شدت کی وجہ سے اس طرح پابند سلاسل نکلتے ہیں اور کبھی کھانے پینے کے لیے کچھ پا جاتے ہیں اور کبھی نہیں پاتے کوئی آدمی گناہ سے محفوظ نہیں ہے ان کی خبر گیری کرو اور جیسا کہ میں نے لکھا ان کو وظیفہ دو۔ جو قیدی مر جائیں اور ان کے عزیز و اقارب نہ ہوں ان کی تجہیز و تکفین کا سامان بیت المال سے کیا جائے اور نماز جنازہ کے بعد وہ دفن کیے جائیں مجھے معتمد لوگوں کے ذریعہ سے اطلاع ملی ہے کہ جب کوئی غریب الوطن قیدی مر جاتا ہے تو وہ قید خانے میں دو دو دن تک پڑا رہتا ہے یہاں تک کہ جب والی سے اس کے دفن کے متعلق اجازت لے لی جاتی ہے اور جب خود قیدی اس کے لیے صدقہ جمع کرتے ہیں اور اجرت پر اس کی لاش کو قبرستان میں بھیجتے ہیں تو وہ بلا غسل و کفن اور بلا نماز جنازہ کے دفن کیا جاتا ہے اسلام میں یہ کتنا بڑا گناہ ہے اگر تم

حدود کو جاری کرو تو قیدی کم ہو جائیں۔ اور بدمعاش اور ڈاکو ڈرنے لگیں اور اپنے جرائم سے باز آ ئیں قیدیوں کی تعداد صرف عدم نگرانی سے زیادہ ہو جاتی ہے یہ صرف قید ہے نگرانی نہیں اپنے تمام اعمال کو ہدایت کرو کہ روزانہ قیدیوں کی نگرانی کریں جن لوگوں کی اصلاح صرف تادیب سے ہو سکے ان کو تادیب کر کے رہا کر دیا جائے۔ اور جس پر کوئی مقولہ قائم نہ ہو اس کو بالکل رہا کر دیا جائے ان کو بھی یہ ہدایت کرو کہ تادیب و تعزیر میں حد اعتدال سے آگے قدم نہ بڑھائیں کیونکہ مجھے خبر ملی ہے کہ وہ لوگ مجرمین کو صرف شبہ کی بنا پر دو دو سو یا تین تین سو یا اس سے کم و بیش کوڑے لگواتے ہیں لیکن یہ جائز نہیں ہے مسلمان کی پیٹھ بجز حق شرعی کے ہر حالات میں محفوظ ہے۔

(کتاب الخراج ص ۸۸-۸۹)

سب علی کا انسداد

اصلاحات کے سلسلہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی سب سے بڑی اصلاح جو ان کے نامۂ اعمال میں سنہری حروف سے لکھی جائے گی۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے شان میں بدگوئی کا انسداد ہے خلفائے بنو اُمیہ کا دستور تھا کہ وہ اپنے خطبوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کرتے تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جب مدینہ کے گورنر تھے اور اس وقت ولید بن عبدالملک سربراہِ سلطنت تھا ایک دن عبید اللہ بن عتبہ بن عبداللہ بن مسعود جن کا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بہت زیادہ احترام کرتے تھے نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے فرمایا کہ:

"اللہ تعالیٰ نے اہل بدر اور اصحاب بیعت رضوان سے اپنی رضا مندی کا اعلان فرمایا ہے پھر کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ ان میں شامل نہیں اگر شامل ہیں اور یقیناً شامل ہیں تو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے مقابلہ میں تمہاری ناراضی کے کیا معنی۔"

یہ بات حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دل میں گھر کر گئی انہوں نے فرمایا:

''میں اس ناروا حرکت سے توبہ کرتا ہوں۔''

جب آپ مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ نے اپنے گورنروں کے نام یہ فرمان جاری کیا کہ:

''خطبوں میں حضرت علی بن ابی طالب پر سب و شتم خارج کیا جائے اور اس پر فوراً عمل درآمد کیا جائے اور اس جگہ قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی جائے۔''

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَائِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ (النحل ۹۰)

''اللہ تعالیٰ عدل اور بھلائی کا اور قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کے کاموں، ناشائستہ حرکتوں اور ظلم و زیادتی سے روکتا ہے۔ وہ خود تمہیں نصیحتیں کر رہا ہے کہ تم نصیحت حاصل کرو۔''

(تاریخ الخلفاء ص ۳۴۷)

اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو فہم و فراست سے نوازا تھا۔ اس آیت کی تفسیر میں اگر غور کیا جائے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اس میں انسان کی پوری زندگی کا احاطہ کیا گیا ہے اور یہ بتایا ہے کہ وہ دنیا میں کس طرح زندگی گزارے اپنے بیگانوں سے اس کا سلوک کیسا ہو۔

حافظ صلاح الدین یوسف صاحب اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

عدل کے مشہور معنی انصاف کرنے کے ہیں یعنی اپنوں اور بیگانوں کے ساتھ انصاف کیا جائے کسی کے ساتھ دشمنی یا عناد یا قرابت کی وجہ سے انصاف کے تقاضے مجروح نہ ہوں ایک دوسرے معنی اعتدال کے ہیں یعنی کسی معاملے میں افراط یا تفریط کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ حتیٰ کہ دین کے معاملے میں بھی کیونکہ دین میں افراط کا نتیجہ غلو ہے جو سخت مذموم ہے اور تفریط دین میں کوتاہی ہے یہ بھی ناپسندیدہ ہے۔

احسان کے ایک معنی حسن سلوک' عفو و درگزر اور معاف کر دینے کے ہیں دوسرے معنی تفضل کے ہیں یعنی حق واجب سے زیادہ دینا یا عمل واجب سے زیادہ عمل کرنا' مثلاً کسی کام کی مزدوری سو روپے ہے لیکن دیتے وقت ۱۰' ۲۰ روپے زیادہ دے دینا' طے شدہ سو روپے کی ادائیگی حق واجب ہے اور یہ عدل ہے مزید ۱۰' ۲۰ یہ احسان ہے عدل سے بھی معاشرے میں امن قائم ہوتا ہے لیکن احسان سے مزید خوشگواری اور اپنائیت و فدائیت کے جذبات نشو ونما پاتے ہیں اور فرائض کی ادائیگی کے ساتھ نوافل کا اہتمام' عمل واجب سے زیادہ عمل ہے جس سے اللہ کا قرب خصوصی حاصل ہوتا ہے احسان کے ایک تیسرے معنی اخلاص عمل اور حسن عبادت ہے جس کو حدیث میں "ان تعبداللہ کانک تراہ"

(اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو) تعبیر کیا گیا ہے

ایتاء ذی القربی: (رشتے داروں کا حق ادا کرنا یعنی ان کی امداد کرنا ہے)

اسے حدیث میں صلہ رحمی کہا گیا ہے اور اس کی نہایت تاکید احادیث میں بیان کی گئی ہے عدل و احسان کے بعد اس کا الگ ذکر یہ بھی صلہ رحمی کی اہمیت کو واضح کر رہا ہے فحشاء سے مراد بے حیائی کے کام ہیں آج کل بے حیائی اتنی عام ہو گئی ہے کہ اس کا نام تہذیب' ترقی اور آرٹ قرار پا گیا ہے یا تفریح کے نام پر اس کا جواز تسلیم کر لیا گیا ہے تاہم محض خوشنما لیبل لگا لینے سے کسی چیز کی حقیقت بدل نہیں سکتی اسی طرح شریعت اسلامیہ نے زنا اور اس کے مقدمات کو رقص و سرود بے پردگی اور فیشن پرستی کو اور مرد و زن کے بے باکانہ اختلاط اور مخلوط معاشرت اور دیگر اس قسم کی خرافات کو بے حیائی ہی قرار دیا ہے ان کا کتنا بھی اچھا نام رکھ لیا جائے مغرب سے درآمد شدہ خباثتیں جائز قرار نہیں پا سکتیں۔ "منکر" ہر وہ کام ہے جسے شریعت نے ناجائز قرار دیا ہے

اور "بغی" کا مطلب ظلم وزیادتی کا ارتکاب۔ ایک حدیث میں بتلایا گیا ہے کہ قطع رحمی اور بغی یہ دونوں جرم اللہ کو اتنے ناپسند ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے (آخرت کے علاوہ) دنیا میں بھی ان کی فوری سزا کا امکان غالب رہتا ہے۔ (ابن ماجہ)

(احسن البیان ص ۷۵۲، ۷۵۳)

چنانچہ علمائے کرام اس وقت سے لے کر آج تک خطبات میں یہ آیت پڑھتے ہیں۔



باب : ۵

اشاعت اسلام

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جس طرح حکومت کے سیاسی ڈھانچہ میں تبدیلی کی اور اس کے ہر شعبہ میں اصلاحات کیں اسی طرح دین اسلام کی نشر و اشاعت' احیاء سنت اور شرک و بدعت اور محدثات کی تردید میں بھی نمایاں کارنامے سرانجام دیئے۔

دین اسلام کی نشر و اشاعت اور اس کی تعلیم کو عام کرنے کے لیے آپ نے کئی غیر مسلم ممالک کے سربراہان کو اسلام کی دعوت دی۔

علامہ بلاذری فتوح البلدان میں لکھتے ہیں :

کتب الی ملوك ماوراء النهر یدعوهم الی الاسلام واسلم بعضهم

(فتوح البلدان ص ۴۲۲)

''انہوں نے ماوراء النہر کے بادشاہوں کو دعوتِ اسلام دی اور ان میں سے بعض اسلام لائے۔''

علامہ بلاذری نے سندھ کے سلاطین کے نام حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی دعوت اسلام کا ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہیں :

''انہوں نے بادشاہوں کو اسلام اور اطاعت کی طرف اس شرط پر دعوت دی کہ ان کی بادشاہی میں کوئی خلل نہ آئے گا اور جو حقوق مسلمانوں کے ہیں ان کو ملیں گے اور جو ذمہ داریاں مسلمانوں پر عائد ہوتی ہیں وہ ان پر عائد

ہوں گی چونکہ تمام بادشاہوں کو ان کے کیریکٹر کا حال معلوم ہو چکا تھا اس لیے حلیشہ اور دوسرے بادشاہ اسلام لائے اور اپنا نام عربی رکھا۔"

(فتوح البلدان ص ۲۳۶)

اسماعیل بن عبداللہ بن ابی المہاجر مغرب کے عامل تھے۔ انہوں نے خود اسلام کی نشر و اشاعت میں مغرب میں نمایاں کردار ادا کیا اور بربری قوم کو اسلام کی دعوت دی۔ ان کی تبلیغ سے کثیر تعداد نے اسلام کو قبول کیا۔ لیکن جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اسلام کی نشر و اشاعت کے لیے دعوت نامہ بھیجا۔ اور اسماعیل بن عبداللہ نے آپ کا دعوت نامہ پڑھ کر لوگوں کو سنایا۔ تو تمام بربری قوم نے اسلام قبول کر لیا۔ اور اسلام تمام مغرب کے اُفق پر چھا گیا۔

علامہ بلاذری نے اس کا ذکر فتوح البلدان میں کیا ہے۔

وہ لکھتے ہیں:

"پھر جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دور آیا۔ تو انہوں نے اسماعیل بن عبداللہ بن ابی المہاجر کو مغرب کا گورنر مقرر کیا انھوں نے نہایت عمدہ روش اختیار کی۔ اور بربر کو اسلام کی دعوت دی اس کے بعد خود حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان کے نام دعوت نامہ بھیجا اسماعیل بن عبداللہ نے یہ دعوت نامہ ان کو پڑھ کر سنایا۔ تو اسلام مغرب پر غالب آ گیا۔"

(فتوح البلدان ص ۲۳۹)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اسلام کی اشاعت کے سلسلہ میں مختلف ذرائع استعمال کیے۔ مؤرخ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں کہ:

"آپ نے امرائے فوج کو خاص طور پر ہدایت کی کہ رومیوں کے کسی حلقہ اور ان کی کسی جماعت سے اس وقت تک جنگ نہ کرو۔ جب تک اسلام کی دعوت نہ دے لو۔"

اور اس کے علاوہ آپ نے تمام گورنروں کو لکھا کہ:

''ذمیوں کو اسلام کی دعوت دی جائے اور جو ذمی اسلام کی دعوت کو قبول کریں ان کا جزیہ معاف کیا جائے۔''

چنانچہ گورنروں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور اس سے اسلام کی بڑی اشاعت ہوئی تنہا جراح بن عبداللہ گورنر خراسان کے ہاتھوں چار ہزار ذمی مسلمان ہوئے

(طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۱۵)

مذہبی تعلیم کی اشاعت

احیائے شریعت کے لیے عمر بن عبدالعزیزؒ نے مذہبی تعلیم کی اشاعت کا خاص اہتمام کیا۔ اور اس سلسلہ میں آپ نے قاضی ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ:

''لوگوں کو چاہیے کہ عام طور پر علم (علم شریعت) کی اشاعت کریں تعلیم کے لیے حلقہ درس میں بیٹھیں تاکہ جو لوگ نہیں جانتے وہ جان لیں۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے احیاء شریعت کی تجدید کی اور اس سلسلہ میں تساہل سے کام نہیں لیا۔ آپ دین اسلام کی نشر و اشاعت اور احیاء شریعت اور شرک و بدعت و محدثات کی تردید کے لیے ساری زندگی کوشاں رہے۔

علامہ ابوجعفر محمد بن جریر طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

''خاندان بنو اُمیہ میں جن خلفاء کا نام تاریخ کے اوراق میں روشن نظر آتا ہے ان میں ولید بن عبدالملک' سلیمان بن عبدالملک اور عمر بن عبدالعزیزؒ نمایاں ہیں لیکن جن خصوصیات نے ان کے عہد خلافت کو اس قدر نمایاں کیا ہے وہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔''

طبری لکھتے ہیں:

''ولید عمارات وغیرہ کا بانی تھا۔ اور لوگ اس کے زمانے میں باہم ملتے تھے۔ تو صرف عمارات ہی کا حال پوچھتے تھے۔

سلیمان بن عبدالملک۔ نکاح کرنے والا اور کھانے والا بادشاہ تھا اس لیے اس

کے عہد میں لوگ صرف شادی اور لونڈیوں کا چرچا کرتے تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جب خلیفہ ہوئے تو باہمی ملاقات میں ایک شخص دوسرے شخص سے کہتا تھا کہ رات کو تم کون سا وظیفہ پڑھتے ہو۔ تم نے کتنا قرآن یاد کرلیا ہے تم قرآن کب ختم کرو گے اور کب ختم کیا تھا اور مہینے میں کتنے روزے رکھتے ہو۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے علمائے کرام کو تبلیغ کے لیے مختلف ممالک میں بھیجا اور ان کو فکر معاش سے مطمئن کر دیا۔ حمص کے گورنر کو لکھا کہ:

''جن لوگوں نے دنیا چھوڑ کر اپنے کو فقہ کی تعلیم کے لیے وقف کر دیا ہے بیت المال سے سو سو دینار ان کا وظیفہ مقرر کر دو۔ تاکہ وہ اس حالت کو قائم رکھ سکیں۔''

(تابعین ص ۳۴۲)

تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام نافع کو جو بہت بڑے عالم تھے تعلیم حدیث کے لیے مصر بھیجا۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ص ۸۰)

قاری جعثل بن عایان کو قرأت کے لیے مصر و مغرب بھیجا۔ یزید بن ابی مالک اور حارث الاشعری کو بدوؤں کی تعلیم کے لیے مقرر کیا۔

(حسن المحاضرہ ج ۱ ص ۲۹)

اسلام کا تحفظ ہر مسلمان حکمران کا فرض ہے

اسلام درحقیقت چند اعمال وعقائد کے مجموعے کا نام ہے جس کا تحفظ ہر مسلمان بادشاہ کا فرض ہے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اسلام کے تحفظ اور بقا کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دیا۔

آپ نے جزیرہ کے حاکم عدی بن عدی کے نام جو فرمان بھیجا۔ اس سے ان کی

زندگی کا مقصد واضح ہوتا ہے آپ نے لکھا:

''ایمان چند عقائد' چند احکام اور چند سنن کا نام ہے جس شخص نے ان تمام اجزا کی تکمیل کی اس نے ایمان کو مکمل کر لیا۔ اور جس شخص نے ان کو مکمل نہیں کیا اس نے ایمان کو مکمل نہیں کیا میں اگر زندہ رہا تو ان تمام اجزا کو تمہارے سامنے بیان کروں گا تاکہ تم ان پر عمل کرو۔ اور اگر مر گیا تو مجھے تمہارے ساتھ رہنے کی حرص بھی نہیں۔''

عقائد کی اصلاح کے لیے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ساری زندگی کوشاں رہے اور عقائد کے اصلاح کے سلسلہ میں آپ وقتاً فوقتاً عاملین اور دوسرے اصحاب کو تلقین کرتے رہتے تھے۔

مؤرخ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں کہ:

''ایک بار امام مکحول سے فرمایا تم مسئلہ تقدیر میں ہرگز وہ نہ کہو جو غیلان اور اس کے پیرو کہتے ہیں۔''

عقائد کے بعد اعمال کا درجہ ہے جس میں نماز سب سے مقدم ہے خلفائے بنو امیہ اور بالخصوص حجاج بن یوسف نے نماز کے ساتھ جو غفلت برتی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نماز کے اوقات کی طرف بالکل توجہ نہیں کی جاتی تھی آپ نے تمام صوبوں کے گورنروں کے نام یہ فرمان بھیجا کہ:

''نماز کے وقت تمام کام چھوڑ دو۔ کیونکہ جس شخص نے نماز کو ضائع کیا وہ اور فرائض اسلام کا سب سے زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا۔''

علامہ ابو محمد عبداللہ بن الحکم لکھتے ہیں کہ:

''حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے (امراء لشکر اور گورنروں کے نام) تحریر فرمایا:

اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے امراء لشکر کے نام

امابعد۔ دین کا مضبوط حلقہ اور اسلام کا مدار اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا' ٹھیک

وقت پر نماز ادا کرنا اور زکوٰۃ دینا ہے نمازوں کے اوقات کی پابندی کرو۔ چنانچہ ظہر کی نماز کا وقت زوال کے بعد ہے۔ نماز عصر اس وقت پڑھی جائے جب کہ آفتاب سفید اور صاف ہو اس میں زردی نہ آئی ہو۔ نماز مغرب روزہ افطار کرنے کے وقت پڑھی جائے اور عشا کی نماز اس وقت تک نہ پڑھو۔ جب تک افق کی سفیدی نہ جاتی رہے جب افق کی سفیدی جاتی رہے تو نماز عشا تہائی رات کے اندر اندر پڑھو افق کی سفیدی ختم ہونے کے بعد جتنی جلدی عشا کی نماز پڑھ لی جائے اتنا ہی بہتر اور مناسب ہے بہر حال اس کی تکمیل اور اسے ٹھیک وقت پڑھنے کی صورت یہی ہے کہ اس چیز کی رعایت رکھی جائے جو میں نے اس خط میں بیان کر دی ہے پھر نماز فجر اندھیرے میں پڑھو اور اس کی خوب پابندی کرو کیونکہ اس کی پابندی حق ہے اپنے نفس کو اس کا عادی بناؤ اور نماز کا وقت آ جانے پر تمام کاروبار چھوڑ دو۔ اور شہروں اور بستیوں کے تمام ماتحت حکام کو یہ حکم لکھ بھیجو۔''

﴿فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۝﴾ (النساء ۱۰۳)

''یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے۔''

﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾

''اور بے شک نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روک ٹوک کرتی رہتی ہے اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے۔'' (العنکبوت۔ ۴۵)

''جو شخص نماز کو ضائع کرتا ہے وہ باقی احکام شرعیہ کو سب سے زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا نیز احکام شرعیہ کی پابندی ونگہداشت بکثرت کیا کرو۔ اور تمہارے لشکر میں جو اہل علم وفقہ موجود ہیں انہیں حکم دو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو علم سکھایا ہے اس کی نشر و اشاعت کا اہتمام کریں اور اسے اپنی مجالس میں

بیان کریں۔"

(سیرت ابن عبدالحکم ص ۶۵)

چنانچہ آپ کے اس فرمان کی روشنی میں اُن کی تمام سلطنت میں عملی طور پر نماز کا اہتمام کیا گیا اور مؤذنین کی تنخواہیں مقرر کی گئیں۔

(طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۶۴)

نماز کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرنے کی تاکید بھی کی گئی ہے۔ اور قرآن مجید نے جہاں نماز قائم کرنے کا حکم دیا ہے وہاں اس نے زکوٰۃ کی ادائیگی کا بھی حکم دیا ہے۔ آپ سے پہلے خلفائے بنو اُمیہ کے دور میں زکوٰۃ کا نظام ٹھیک نہیں رہا تھا۔ اور خاص کر حجاج بن یوسف نے تو اس نظام کو بہت زیادہ خراب کر دیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے نظام زکوٰۃ کی طرف خاص توجہ کی۔ ایک بار آپ نے خطبہ جمعہ میں فرمایا کہ:

"جو لوگ زکوٰۃ نہیں دیتے ان کی نماز مقبول نہیں ہے۔"

آپ نے تمام گورنروں کے نام یہ فرمان جاری کیا تھا کہ:

"زکوٰۃ کے معاملہ میں جو کتاب و سنت کا فیصلہ ہے اس کے مطابق عمل کیا جائے۔"

اور انہیں یہ بھی لکھا کہ:

"زکوٰۃ کے معاملہ میں حجاج کی تقلید نہ کی جائے کیونکہ وہ اس کو غیر محل سے لیتا تھا۔ اور غیر محل میں صرف کرتا تھا۔"

ایک بار ان کو معلوم ہوا کہ عدی بن عدی گورنر جزیرہ شراب کا عشر لیتے ہیں تو ان کو لکھا کہ:

"بیت المال میں صرف حلال مال داخل کرو۔"

(طبقات ابن سعد)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایسے امور کا جو خلاف شریعت ہوتے تھے سختی سے نوٹس لیتے تھے علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ ان کو معلوم ہوا کہ بہت سے مسلمان لہو و لعب میں

مشغول ہوگئے ہیں اور بہت سی عورتیں جنازہ کے ساتھ بال کھولے نوحہ کرتے ہوئے نکلتی ہیں تو آپ نے صوبوں کے تمام گورنروں کے نام یہ فرمان جاری کیا:

''مجھے معلوم ہوا ہے کہ سفہا کی عورتیں مرد کی وفات کے وقت بال کھولے ہوئے اہل جاہلیت کی طرح نوحہ کرتی ہوئی نکلتی ہیں حالانکہ جب سے عورتوں کو آنچل ڈالنے کا حکم دیا گیا' ان کو دوپٹہ اتارنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ پس اس نوحہ و ماتم پر قدغن بلیغ کرو یہ اہل عجم چند چیزوں سے جن کو شیطان نے ان کی نگاہ میں محبوب کردیا تھا۔ دل بہلاتے تھے پس مسلمانوں کو اس لہو و لعب' راگ باجے وغیرہ سے روکو۔ اور جو باز نہ آئے اس کو اعتدال کے ساتھ سزا دو۔''

(طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۹۰)

بدعات اور محدثات کی تردید میں بھی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ زندگی بھر کوشاں رہے جب انہیں معلوم ہوتا کہ لوگوں میں فلاں بدعت رواج پارہی ہے تو فوراً اس کا تدارک کرتے انہیں اطلاع ملی کہ بعض واعظین نے اپنے وعظ و خطبہ میں آنحضرت ﷺ اور مومنین کے لیے دعا کی بجائے امراء وخلفاء پر درود پڑھنے کی بدعت ایجاد کی ہے تو اس کا سختی سے نوٹس لیا۔ اور صوبوں کے عاملین اور امرائے لشکر کے نام یہ فرمان جاری کیا۔

اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے امراء فوج کے نام:

اما بعد! لوگ جب تک کتاب اللہ کی پیروی کرتے رہیں گے تو دنیا میں ان کے دین و معاش میں بھی اور موت کے بعد اللہ کے دربار میں حاضری کے موقع پر بھی یہ ان کے لیے کارآمد ہوگی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آنحضرت ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا حکم فرمایا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْ صَلُّوْا عَلَيْهِ﴾

''اے ایمان والو آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجو۔''(احزاب ۵۶)
حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی ہزاروں رحمتیں، برکتیں اور درود و سلام نازل ہوں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو حکم فرمایا:

﴿فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ﴾ (محمد : ۱۹)

''(اے نبی) آپ یقین کر لیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اپنے گناہوں کی بخشش مانگا کریں اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے حق میں بھی اللہ تم لوگوں کی آمد و رفت اور رہنے سہنے کی جگہ کو خوب جانتا ہے)۔''

بہرحال مجموعی طور پر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر درود اور مومن مردوں اور عورتوں کے لیے دعا کا حکم فرمایا ہے سنا ہے کہ بعض واعظوں نے آنحضرت ﷺ اور مومنین کے لیے دعا و درود کے بجائے امراء و خلفاء پر درود پڑھنے کی بدعت ایجاد کی ہے جب میرا خط تمہیں پہنچے تو فوراً اپنے واعظوں سے کہو کہ وہ آنحضرت ﷺ پر دردو پڑھا کریں اور ان کی دعا و نماز کی طوالت اسی میں صرف ہونی چاہیے۔ بعدازاں مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے دعا کریں اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں ان کا سوال عام مسلمانوں کے لیے ہونا چاہیے اس کے ماسوا جو دعا چاہیں کریں ہم اللہ تعالیٰ سے تمام امور میں توفیق بھلائی راہ راست اور اس کی رضا اور پسندیدگی کے مطابق ہدایت کی درخواست کرتے ہیں۔

''ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم''

(سیرت ابن عبدالحکم ص ۶ے)

شراب نوشی کے انسداد کے لیے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے مختلف تدابیر اختیار کیں آپ نے صوبوں کے گورنروں کے نام یہ فرمان بھیجا۔ کہ:

❶ کوئی ذمی (غیر مسلم) مسلمانوں کے شہروں میں شراب نہ لانے پائے۔

۲ شراب کی جو دوکانیں قائم تھیں وہ سب ختم کردیں۔

۳ نبیذ صرف چمڑے کے مشکیزے میں بنائی جائے۔ دوسرے کسی برتن میں بنانے کی اجازت نہیں ہے۔

شراب نوشی کے انسداد کے سلسلہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جو فرمان جاری کیا وہ درج ذیل ہے :

"اللہ کے بندے عمر بن عبدالعزیزؒ امیر المومنین کی طرف سے ایوب بن شرجیل اور مصر کے مومن مردوں اور عورتوں اور مسلمان مردوں اور عورتوں کے نام

السلام علیکم۔ امابعد:

میں تمہارے سامنے اللہ کی حمد وثنا کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بعد ازاں واضح ہو کہ شراب کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی تین سورتوں میں تین آیتیں نازل کی ہیں پہلی دو آیتوں میں چونکہ اس کی قطعی حرمت کا اعلان نہیں ہوا تھا اس لیے ان کے نازل ہونے کے باوجود بھی کچھ لوگ اس کو پیتے رہے۔ اور تیسری آیت میں اس کی حرمت کا صاف اعلان کر دیا گیا۔ اور اس کی حرمت (قیامت تک کے لیے) قطعی ہوگئی چنانچہ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا﴾ (البقرۃ : ۲۱۹)

"لوگ آپ سے شراب اور جوئے کا مسئلہ پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجیے ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کو اس سے دنیاوی فائدہ بھی ہوتا ہے لیکن ان کا گناہ ان کے نفع سے بہت زیادہ ہے۔"

اس آیت میں چونکہ شراب کی منفعت بھی مذکور ہے اس لیے اس آیت کے بعد

بھی کچھ لوگ پیتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت (یہ حکم) نازل فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنْتُمْ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَ لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا﴾ (النساء ۴۳)

"اے ایمان والو جب تم نشے میں مست ہو نماز کے قریب بھی نہ جاؤ جب تک کہ اپنی بات کو سمجھنے نہ لگو۔ اور جنابت کی حالت میں جب تک کہ غسل نہ کرلو۔"

اس آیت کریمہ کے بعد لوگوں نے نماز کے اوقات میں تو نشہ سے پرہیز کیا۔ مگر اوقات نماز کے علاوہ دوسرے اوقات میں شراب نوشی کرتے پھر اللہ تعالیٰ نے تیسری آیت میں (یہ حکم نازل) فرمایا

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَ الْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ وَ یَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَ عَنِ الصَّلٰوۃِ فَھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَ○ وَ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ احْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ○﴾ (المائدہ ۹۰–۹۲)

"اے ایمان والو بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور تھان اور فال نکالنے کے لیے پانسے کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم فلاح یاب ہو۔ شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے درمیان آپس میں عداوت اور بغض واقع کردے۔ اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو اب بھی باز آجاؤ۔ اور تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہو اور رسول کی اطاعت کرتے رہو۔ اور احتیاط رکھو اگر اعراض کروگے تو یہ جان رکھو کہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف

صاف پہنچا دینا ہے۔"

بہر حال شراب اس آیت کے بعد قطعی حرام ہوگئی پھر اس شراب کے معاملہ میں ایک ایسی چیز پیدا ہوئی جن سے بہت سے لوگوں کی پرہیز گاری بری طرح مجروح ہوئی چونکہ شراب نوشی سے عقل وفہم زائل ہوتے ہیں اس لیے لوگوں نے اس شراب نوشی کی بدولت بہت سے حرام امور کو جمع کر لیا۔ حتیٰ کہ ناحق قتل' حرام مال اور حرام شہوت رانی کو حلال کر لیا۔

جو لوگ اس شراب نوشی میں مبتلا ہیں ان میں سے ہر ایک کا بہانہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں: "یہ تو طلا ہے اس کے پینے میں کچھ حرج نہیں" حالانکہ بخدا جو چیز بھی شراب کے قریب ہو خواہ وہ کھانے پینے کی ہو یا کوئی اور وہ لائق اجتناب ہے یہ لوگ جو شراب کو (طلاء کے نام سے) حلال سمجھ کر پیتے ہیں دراصل (مسلمانوں میں اس ذہنیت کے پیدا کرنے میں) نصاریٰ کی گہری سازش کا ہاتھ کام کر رہا ہے ان کے لیے یہ معمولی چیز ہے کہ مسلمان اپنے دین کے معاملہ میں راہ راست سے ہٹ جائے اور ایسی چیزوں میں مبتلا ہو جائے جو ان کے لیے کسی طرح حلال نہیں اور اس کے ساتھ ساتھ نصاریٰ کا اس میں فائدہ بھی ہے کہ انہیں اپنا سامان فروخت کرنے کے لیے ایک منڈی ہاتھ آتی ہے۔ اور ان کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔

کسی مسلمان کے لیے ایسے مشروبات کے استعمال میں جو شراب کے مشابہ ہیں کوئی عذر اور مجبوری نہیں کیونکہ اللہ نے میٹھے پانی کے علاوہ ان مشروبات کے ذریعہ جن میں کسی قسم کی کھٹک نہیں ہمیں اس سے مستغنی کر دیا ہے چنانچہ اس کے بجائے شہد' دودھ' ستو' کشمش اور کھجور کی نبیذ موجود ہے البتہ جو شخص شہد' کشمش یا کھجور کی نبیذ بنانا چاہے وہ ایسے برتنوں میں نبیذ نہ بنائے جن پر تارکول کا روغن ہوتا ہے کیونکہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس نبیذ کے پینے کی ممانعت فرمائی ہے جو روغنی مٹکوں' کدو کے برتنوں اور تارکول کے روغنی برتنوں میں تیار کی گئی ہو۔ جو لوگ طلاء پیتے ہیں انہیں

معلوم ہے کہ یہ روغنی مٹکوں اور مشکیزوں میں تیار کیا جاتا ہے کیونکہ ان کے بغیر وہ ٹھیک نہیں بنتا۔ اور اس کی وجہ سے اس میں نشہ پیدا ہو جاتا ہے اور ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

"ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے۔"

لہٰذا حرام اور مشابہ حرام چیزوں کو چھوڑ کر صرف ان چیزوں پر کفایت کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں سوائے اس ایک (طلاء) کے مشروبات میں کوئی چیز شراب حرام کے مشابہ نہیں ہماری اس اطلاع کے بعد جس شخص کو اس کے استعمال کرتے ہوئے پایا جائے گا وہ مالی و بدنی سزا کا مستوجب ہوگا۔ اور ہم اس پر ایسی سزا جاری کریں گے جس سے دوسروں کو بھی عبرت ہو۔ اور اگر کوئی بد قماش جاری سزا کو ہلکا اور معمولی سمجھے گا تو اللہ تعالیٰ سخت گرفت کرنے والے سخت سزا دینے والے اور سخت رسوا کرنے والے ہیں۔

میں نے شراب نوشی اور شراب کے مشابہ چیزوں مثلاً طلا اور وہ نبیذ جو کدو کے برتن اور روغنی مٹکوں اور برتنوں میں تیار کی جاتی ہے کے استعمال سے ممانعت کا جو حکم جاری کیا ہے اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ آج اور آج کے بعد تمام لوگوں پر حجت قائم کر دی جائے۔ اب جو لوگ اس حکم کی اطاعت کریں گے۔ یہ ان کے لیے خیر و برکت کا موجب ہوگا۔ اور جو لوگ اس ممانعت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پائے جائیں گے ہم ان پر اعلانیہ سزا جاری کر دیں گے اور جو لوگ خفیہ طور پر حکم عدولی کے مرتکب ہوں گے ان کو سزا دینے کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے ہم اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمیں حلال کے ذریعہ حرام سے مستغنی کر دے۔ اور یہ کہ جو لوگ ہم میں سے راہ راست پر ہیں ان کے لیے رشد و ہدایت میں اضافہ فرمائے اور گناہ گار کو عافیت کے ساتھ توبہ و انابت کی توفیق بخشے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

(سیرت ابن عبدالحکم ص ۸۸ تا ۹۰)

اتباع سنت

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جن کی ذات سرتاپا اسلام کا اعجاز تھی۔ اور اللہ کی قدرت کی ایک نشانی تھی ان کی ساری زندگی اسوۂ رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں گزری۔ ان کے دن رات اتباع سنت میں بسر ہوتے تھے ان کا اٹھنا بیٹھنا سونا جاگنا' چلنا پھرنا' ہر کام میں اتباع سنت کو پیش نظر رکھتے۔ کوئی کام سنت نبوی ﷺ کے خلاف برداشت نہیں کرتے تھے اور عوام وخواص کو سنت نبوی کی پیروی کی تلقین کرتے تھے۔

آپ کا ارشاد ہے کہ:

''رسول اللہ ﷺ اور آپ کے بعد کے خلفائے راشدین کی بہت سی سنتیں ہیں۔ ان پر عمل کرنا کتاب اللہ کو مضبوط پکڑنا ہے ان سے اللہ کے دین میں قوت حاصل ہوتی ہے ان میں تغیر وتبدل کا کسی کو حق نہیں نہ خلاف سنت کام لائق التفات ہے۔ جو شخص ان سنتوں سے ہدایت حاصل کرے وہ ہدایت پر ہوگا۔ جو ان سے مدد لے اس کی مدد ہوگی۔ اور جو شخص ان کو چھوڑ دے اور اہل ایمان کے راستے سے ہٹ کر کوئی اور راستہ اپنائے وہ جدھر جاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس طرف پھیر دیں گے۔ اور اسے جہنم میں جھونک دیں گے اور وہ لوٹنے کی بہت بری جگہ ہے۔''

(سیرت ابن عبدالحکم ص ۳۸)

امام ابوعبداللہ بن الحکم م ۲۲۴ھ فرماتے ہیں کہ:

''میں نے امام مالک بن انس سے سنا۔ وہ فرماتے تھے احیاء سنت کے سلسلہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا عزم مجھے بے حد پسند ہے۔''

(سیرت ابن عبدالحکم ص ۳۸)

کتاب وسنت کی پابندی کے متعلق عمر بن عبدالعزیزؒ کا گشتی فرمان

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جب منصب خلافت پر سرفراز ہوئے تو آپ نے تمام

مسلمانوں کے نام مندرجہ ذیل گشتی فرمان جاری کیا۔

امابعد:

"میں تمہیں اللہ کا خوف اختیار کرنے اس کتاب کو لازم پکڑنے اور اس کے نبی ﷺ کی سنت وطریقہ کی اقتدا کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وہ تمام امور بیان فرما دیئے ہیں جو تمہیں کرنے ہیں اور جن سے تمہیں پرہیز کرنا ہے اللہ تعالیٰ نے تاکیدی احکام کے ذریعہ تمہارا عذر زائل کر دیا ہے۔ اور تم پر حجت پوری کردی جب کہ اس نے تم پر وہ کتاب محفوظ نازل فرمائی۔ جس کی شان یہ ہے "باطل نہ اس کے آگے سے راہ پا سکتا ہے نہ پیچھے سے وہ حکیم حمید کی طرف سے نازل کردہ ہے۔"

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا﴾

(بنی اسرائیل : ۱۰۵)

"اور ہم نے اس قرآن کو حق کے ساتھ اتارا۔ اور یہ بھی حق کے ساتھ اُترا ہم نے آپ کو صرف خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔"

نیز ارشاد ہے :

﴿وَ لَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۝﴾ (الاعراف : ۵۲)

"اور ہم نے ان لوگوں کے پاس ایک ایسی کتاب پہنچا دی جس کو ہم نے اپنے علم کامل سے بہت واضح کر کے بیان کردیا ہے وہ ذریعہ ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں۔"

پس اس کے فرائض کو قائم کرو اس کے سنن کی پیروی کرو اس کے حکم پر عمل کرو اور اس پر اپنے نفسوں کو جمائے رکھو۔ اور اس کے متشابہ پر ایمان لاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے

اس میں جو کچھ سکھانا تھا سکھا دیا۔ (ذرا نزول قرآن سے پہلے کے دور پر غور کرو) اس وقت (زمانہ جاہلیت میں) تمہارے پہلوؤں کی حالت کیا تھی ان کی شان وشوکت سارے انسانوں سے کم تھی ان کی قوت سب سے کمزور تھی ان کا اختلاف وافتراق سب سے شدید تھا۔

وہ دنیا بھر کی تمام قوموں میں سے سب سے زیادہ ذلیل وحقیر تھے۔ یہ تو ان کی دنیوی حالت تھی اور ان کی دینی حالت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے انہیں ہدایت کا ایک شمہ بھی نصیب نہیں تھا جس کے ذریعہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر سکیں۔ مزید برآں یہ کہ دنیا' دنیا کے اسباب واموال' دنیوی تعداد اور جمعیت اور اس کی شان وشوکت یہ سب کچھ نصیب اغیار تھا۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اور اپنے نبی ﷺ کے ذریعہ ان کی عزت وتکریم کا ارادہ فرمایا تو ان کی طرف حضرت محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ جو اس کے خاص بندے' عظیم الشان رسول اور بشیر ونذیر تھے آپ ﷺ نے ایسی خیر اور بھلائی کی خوشخبری دی جس سے بہتر خیر کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا ہے آپ ﷺ نے اس شر سے ڈرایا جس سے بدتر کوئی شر نہیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو قرنہا قرن سے اس مقصد کے لیے مؤخر کر کے آپ ﷺ کو آخری زمانہ میں مبعوث فرمایا انبیاء سابقین کی زبان سے آپ ﷺ کے اسم مبارک کا اعلان کرایا۔ اور آپ ﷺ کے بارے میں انبیائے کرام کی پوری جماعت سے عہد وپیمان لیا۔

چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ۝﴾ (آل عمران – ۸۱)

"جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب وحکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تمہارے پاس کی چیز کو سچ بتائے تو تمہارے لیے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے فرمایا کہ تم اس کے اقراری ہو اور اس پر میرا ذمہ لے رہے ہو۔ سب نے کہا کہ ہمیں اقرار ہے فرمایا اب گواہ رہو اور خود میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔"

پس یہ شرف اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو آخری زمانہ میں عطا فرمایا جب کہ اپنے فضل وکرم سے آپ ﷺ کو رحمۃ للعالمین' داعی الی اللہ' اور سراج منیر بنا کر بھیجا۔ اپنے تمام پسندیدہ کاموں کو اپنی کتاب محکم میں واضح فرمایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ذریعہ جس چیز کو حلال ٹھہرایا وہ قیامت تک حلال رہے گی اور جس چیز کو حرام ٹھہرایا وہ قیامت تک حرام ہی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی سنن وآداب کی تعلیم فرمائی۔ آپ ﷺ نے ان کو خوب سمجھا اور اپنی امت کے سامنے ان پر عمل کر کے دکھایا چنانچہ آپ ﷺ نے نمازیں پڑھ کر دکھائیں جس طرح کہ اللہ نے آپ ﷺ کو ان کا حکم دیا تھا۔ اور آپ ﷺ نے نماز کے اوقات کی تعلیم فرمائی جو آپ ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرما دیے تھے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا﴾ (بنی اسرائیل: ۷۸)

"نماز قائم کریں آفتاب کے ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی تک اور فجر کا قرآن پڑھنا بھی یقیناً فجر کے وقت کا قرآن پڑھنا حاضر کیا گیا ہے۔"

دلوک شمس سے مراد دوپہر کے بعد سورج کا ڈھلنا ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نماز ظہر' نماز عصر' اور مغرب کا وقت بیان فرمایا ہے۔

اور ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ

يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ حِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ﴾(النور۔ ۵۸)

''ایمان والو! تم سے تمہاری ملکیت کے غلاموں کو اور انھیں بھی جو تم میں سے بلوغت کو نہ پہنچے ہوں (اپنے آنے کی) تین وقتوں میں اجازت حاصل کرنی ضروری ہے۔ نماز فجر سے پہلے اور ظہر کے وقت جب کہ تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو اور عشا کی نماز کے بعد۔''

بہر حال مجموعی طور پر ان پانچوں نمازوں کو قرآن نے بیان کر دیا۔ اور اس کی تفصیل حضرت محمد ﷺ نے فرمائی۔ پھر حکم خداوندی کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے سونے' چاندی' غلوں' پھلوں اور مویشیوں پر زکوٰۃ مقرر کی۔ اور اس کے مصارف بیان فرمائے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾ (التوبہ۔ ۶۰)

''صدقے صرف فقیروں کے لیے ہیں اور مسکینوں کے لیے اور ان کے وصول کرنے والوں کے لیے اور ان کے لیے جن کے دل پرچائے جاتے ہیں اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور راہرو مسافروں کے لیے۔''

چنانچہ زکوٰۃ جب لی جائے تو لینے کا دستور اور جب تقسیم کی جائے تو تقسیم کا دستور طے ہو گیا۔ پھر جزیرہ عرب میں مسلمانوں نے اس پر عمل کیا۔ یہاں تک کہ تمام مسلمانوں نے (کم از کم ان میں سے اہل عقل و دانش نے) نظامِ زکوٰۃ کو اچھی طرح سمجھ لیا۔

پھر متعدد بار آنحضرت ﷺ جہاد کے لیے بنفس نفیس تشریف لے گئے۔ اور جہاد

کے لیے لشکر اور دستے بھی روانہ فرمائے۔ آنحضرت ﷺ جب جہاد میں خود موجود ہوتے۔ تو مال غنیمت خود تقسیم فرماتے ورنہ امراء لشکر کو حکم فرماتے کہ جو مال غنیمت حق تعالیٰ عطا فرمائیں وہ اس قانون کے مطابق تقسیم کیا جائے۔ جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

﴿وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ط وَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۝﴾ (الانفال۔ ۴۱)

''جان لو کہ تم جس قسم کی جو کچھ غنیمت حاصل کرو۔ اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ کا ہے اور رسول کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں اور مسکینوں کا' اور مسافروں کا' اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو اور اس چیز پر جو ہم نے اپنے بندے پر اس دن اُتارا ہے جو دن حق و باطل کی جدائی کا تھا۔ جس دن دونوں فوجیں بھڑ گئی تھیں۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حج کا حکم فرمایا چنانچہ ارشاد ہے:

﴿وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ۝ لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَیَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِیْرَ ۝ ثُمَّ لْیَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْیُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ﴾ (الحج۔ ۲۷تا ۲۹)

''اور لوگوں میں حج کی منادی کر دے لوگ تیرے پاس پا پیادہ بھی آئیں گے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی اور دور دراز کی تمام راہوں سے آئیں گے۔ اپنے فائدے حاصل کرنے کے لیے آ جائیں اور ان مقررہ دنوں میں اللہ

کا نام یاد کریں ان چوپایوں پر جو پالتو ہیں پس تم آپ بھی کھاؤ اور بھوکے فقیروں کو بھی کھلاؤ۔ پھر اپنا وہ میل کچیل دور کریں۔ اور اپنی نذریں پوری کریں۔ اور اللہ کے قدیم گھر کا طواف کریں۔''

پھر اللہ نے اپنے رسول حضرت محمد ﷺ کو بہت سی بستیوں کے مال بطور ''فے'' عطا فرمائے جن پر مسلمانوں کو نہ گھوڑے دوڑانے کی ضرورت ہوئی' اور نہ اونٹ دوڑانے کی (بغیر قتل وقتال کے اللہ تعالیٰ نے ان پر فتح عطا فرمائی' اسی مال کو ''فے'' کہا جاتا ہے) ان کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے جو کہ بعد میں فتح ہونے والی بستیوں کے لیے قانون عام کی حیثیت رکھتا ہے۔

﴿وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (الحشر : ٦)

''اور ان کا جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کے ہاتھ لگایا ہے جس پر نہ تو تم نے گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ' بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ کو جس پر چاہے غالب کر دیتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

نیز ارشاد ہے :

﴿ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ' كَىْ لَايَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ' وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ' اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ (الحشر۔ ٧)

''(بستیوں والوں کا جو (مال) اللہ تعالیٰ تمہارے لڑے بھڑے بغیر اپنے رسولؐ کے ہاتھ لگائے وہ اللہ کا ہے اور رسول کا اور قرابت داروں کا' اور یتیموں اور مسکینوں کا اور مسافروں کا ہے تاکہ تمہارے دولت مندوں کے

ہاتھ میں ہی یہ مال گردش کرتا نہ رہ جائے اور تمہیں جو کچھ رسولؐ دے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔"

پھر آئندہ آیات میں ان مسلمانوں کا ذکر فرمایا جو اس کے حق دار ہیں۔ پس کوئی ایسا شخص نہیں جس کا حصہ مال فے قرار پایا اور وہ ان آیات میں مذکور ہو۔

چنانچہ ارشاد ہے :

﴿لِلْفُقَرَآءِ وَالْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾ (الحشر۔ ۸)

"فے کا مال ان مہاجر مسکینوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکال دیے گئے ہیں وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا مندی کے طلب گار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسولؐ کی مدد کرتے ہیں یہی راست باز لوگ ہیں۔"

اس مندرجہ بالا آیت کا مصداق وہ حضرات ہیں جو اپنے گھر اور وطن سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے اس میں "انصار" داخل نہیں (ان کا تذکرہ آگے آتا ہے) چنانچہ ارشاد ہے :

﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (الحشر۔۹)

"(اور ان کے لیے) انہوں نے اس گھر میں (یعنی مدینہ) اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنائی ہے اور اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت

کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں رکھتے۔ بلکہ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو (بات یہ ہے) کہ جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا وہی کامیاب اور بامراد ہے۔''

اس آیت کا مصداق مدینہ طیبہ کے انصار ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت انہی کی طرف ہوئی تھی ان دونوں قسموں کے بعد جتنے مسلمان باقی رہ گئے تھے۔ جن کا مال فے میں کچھ بھی حصہ تھا۔ ان سب کو تیسری آیت میں جمع کر دیا چنانچہ ارشاد ہے :

﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (الحشر ۱۰)

''(اور ان کے لیے) جو ان کے بعد آئیں جو کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال۔ اے ہمارے رب بے شک تو شفقت و مہربانی کرنے والا ہے۔''

اس آیت کا مصداق باقی ماندہ تمام مسلمان ہیں جو ہجرت اولیٰ کے بعد اسلام میں داخل ہوئے اور قیامت تک داخل ہوں گے۔

پس اللہ تعالیٰ نے جس کتاب کی تمہیں تعلیم دی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے جو سنتیں جاری فرمائیں ان میں دین و دنیا کی کسی ضرورت کو ادھورا نہیں چھوڑا گیا یہ اللہ تعالیٰ کا عظیم الشان انعام ہے جس پر اللہ پاک کا شکر ادا کرنا واجب ہے کہ اس نے تمہیں ہدایت فرمائی اور تمہیں وہ چیزیں سکھائیں جن کو تم نہیں جانتے تھے اس لیے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں کوئی اختیار اور کوئی رائے نہیں۔ سوائے اس کے کہ ان کو نافذ کیا جائے اور اس کے لیے محنت کی جائے البتہ وہ نئے نئے امور جن میں ارباب

اقتدار اور حکام کو ابتلاء پیش آتا ہے اور جن میں قرآن وسنت نے کوئی فیصلہ نہیں دیا۔ ان کے بدلے میں مسلمانوں کے سربراہ اور صدر مملکت سے پیش قدمی نہ کی جائے۔ نہ ان سے بالا ان امور سے فیصلہ دیا جائے۔ بلکہ حکام کا فرض ہے کہ وہ ایسے امور سربراہ مملکت کے سامنے پیش کریں اور جو فیصلہ بھی وہ کردے اسے برضا ورغبت تسلیم کریں۔

میرا جی چاہا کہ میں اس خط میں تمہیں تمہاری باتیں اور قبل از اسلام کی حالت یا دولاؤں کہ کتاب وسنت رسول اللہ ﷺ کے نزول سے پہلے تم کس قدر گمراہی وضلالت اور تنگی عیش میں گرفتار تھے۔ اور اسلام کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کے بجائے تمہیں کیسی عزت ونصرت امن وعافیت اور اتفاق واتحاد سے سرفراز فرمایا۔ جو ساز وسامان دوسری قوموں کے ہاتھوں میں تھا وہ ان سے چھین کر تمہیں دے دیا۔ محض اپنی قوت کے بل پر تم یہ سب کچھ نہیں چھین سکتے تھے۔ حق تعالیٰ نے اہل ایمان سے مشروط وعدہ کیا تھا کہ جب وہ یہ شرط پوری کریں گے تو ان کو انعامات سے نوازا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی شرط پوری کردی ہے اور وہ ساری نعمتیں جن کا وعدہ فرمایا تھا عطا کردی ہیں۔ اور جس شرط کے پورا کرنے کا تم سے وعدہ لیا تھا اللہ تعالیٰ اس پر مواخذہ فرمائے گا۔

ارشاد ہے:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ (النور۔ ۵۵)

’’تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کیے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا۔ جو ان سے پہلے تھے۔ اور یقیناً ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کرکے جما دے گا۔ جسے وہ ان کے لیے پسند

فرما چکا ہے اور ان کے اس خوف و خطر کو امن و امان سے بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے اس کے بعد بھی جو لوگ ناشکری اور کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہیں۔"

دیکھو اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے اور اس کے دین کو نافذ کرنے کا جو وعدہ تمہاری گردن پر ہے اب وہ تمہیں پورا کرنا ہے اگر کوئی ناشکرا اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کرے گا یا اس کے احسانات کو بھول جائے گا وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذلیل اور بے قدر پائے گا اور زندگی بھر پھر ایسے مصائب و آفات میں مبتلا رہے گا۔ جن کے برداشت کرنے کی طاقت اس میں نہیں ہوگی۔

میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ جو لوگ میرے معاملہ میں ناواقف ہیں ان کو آگاہ کر دیا جائے کہ میں کس روش پر قائم ہوں میں آج کی صحبت میں اس پر گفتگو نہیں کرنا چاہتا تھا پھر مجھے خیال ہوا کہ چونکہ یہ امر خلافت میرے پاس پہنچ چکا ہے اس لیے اس موضوع پر قدرے روشنی ڈال دینا ہی ہمارے اس معاملہ کے آغاز و انجام کے لیے انشاء اللہ العزیز مفید رہے گا۔

بحمد اللہ مجھے اللہ کی جانب سے کتاب اللہ' سنت رسول ﷺ اور پیش رو خلفاء کے طریقہ کار کا کچھ علم ہے۔ مجھے اس کی تعلیم ان حضرات نے دی جن کا مشغلہ اس کے سوا کچھ نہیں تھا اور میرا مشغلہ بھی یہی تھا اللہ تعالیٰ نے جتنا علم میرے لیے مقدر فرمایا تھا خواہ اس پر عمل کی توفیق ہوئی یا اس میں کوتاہی ہوئی بہر حال میں اس میں مبتلا ہوا۔ اگر میں نے کوئی خیر کی بات سیکھی ہے تو اللہ تعالیٰ کی اس توفیق و ہدایت سے اور اللہ تعالیٰ ہی سے اس میں برکت کی دعا کرتا ہوں اور خیر کے ماسوا میرے یہاں گناہوں کا جو روگ پایا جاتا ہے اس کے لیے اللہ رب العزت سے مغفرت و بخشش اور عفو و درگزر کی التجا کرتا ہوں۔

بخدا حکومت و سلطنت کا جس قدر علم مجھے حاصل ہوتا گیا اسی قدر مجھے اس سے

خوف اور اندیشہ لاحق ہوتا رہا۔ اور میں اس عظیم الشان گراں باری کے تصور سے کانپ جاتا تھا بالآخر تقدیر الٰہی سے یہ قرعہ فال میرے نام نکلا اور تقدیر الٰہی سے جو ہونا تھا وہ تو خیر ہو کر رہا۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ اس گرانی کو میں نے کبھی اتنی شدت کے ساتھ محسوس نہیں کیا جتنی کہ اب تجربہ کے بعد معلوم ہوئی۔ بہر حال اللہ تعالیٰ میرا' میرے مددگاروں کا اور ان تمام لوگوں کا جنہوں نے اپنا معاملہ میرے سپرد کیا ہے۔ انجام بخیر فرمائے۔ ان کے معاملات کی اصلاح فرمائے ان کے شیرازہ کو جمع رکھے۔ اور مجھ پر اور ان پر وہ نعمتیں نازل فرمائے جن تک نہ میری دعا پہنچ سکتی ہے نہ ان کی اگر عام رعایا کی حالت درست رہے ان کے حقوق ادا ہوتے رہیں اور ان کے خطا کاروں سے درگزر ہوتی رہے تو اس سلسلہ میں میرا ثواب اور میری جزا اللہ کے پاس ہے۔

اللہ پاک کا بے حد شکر ہے کہ اس نے یہ دولت دنیا ہی میں عطا کر دی ہے۔ مسلمانوں کا شیرازہ متحد ہے۔ ان کے آپس کے معاملات درست ہیں' رزق کی فراوانی ہے۔ دشمنوں کے مقابلہ میں نصرت و مدد اور عمدہ کفایت حاصل ہے۔ اللہ رب العزت نے ہر علاقے کے مسلمانوں کو اپنے اپنے علاقے میں غنی کر دیا ہے۔ ان کو کشادہ رزق عطا فرمایا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے رزق اور انعام کی بدولت یہ حالت ہے کہ ہر علاقے کے مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ تمام علاقوں سے ہمارا علاقہ بخت آور اور خوشحال ہے اب اگر آپ حضرات اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کریں۔ اور اس کے فضل و احسان کی قدر کیا کریں۔ تو مجھے اس کی بے حد حرص ہے۔ اور یہ میری سب سے محبوب تمنا ہے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ میں اس کے لیے کتنی دعائیں کرتا ہوں اور اس کی کتنی حرص کا اظہار کرتا ہوں اور اگر کوئی جاہل اس شکر سے ناواقف ہے یا اس کی عقل اس سے قاصر ہے تو اس کی آگاہی کے لیے کہنا چاہتا ہوں کہ میں جس چیز کا حریص ہوں وہ یہ ہے کہ تمہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر چلاؤں کہ یہی دنیا میں میری حجت ہے اور یہی

موت کے بعد میرا منتہائے مقصود ہے کتاب اور سنت رسول اللہ ﷺ پر تمہیں چلانے کا جو عزم کر چکا ہوں اس سلسلہ میں تمہارے دلوں میں اشتباہ باقی نہیں رہنا چاہیے۔

اور اس کے ماسوا وہ امور جو انسانی رائے کے اختراع کردہ ہیں سو میں ایک لحہ کے لیے بھی ان پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں کیونکہ بخدا اگر مجھے تمہارے معاملات میں اس پر (یعنی کتاب وسنت پر) عمل نہ کرنا ہوتا۔ تو تم پر کبھی حاکم نہ بنتا۔ اگر تم اس پر عمل کرو تو دنیا کا جاہ و منصب جو مجھے حاصل ہے۔ یہ اگر کسی مبغوض ترین آدمی کو مل جائے تو میں اسے حاصل کرنے کی کوشش نہ کروں اور جب کہ اللہ تعالیٰ اسی کو میرے دین سے ہٹانے سے باز رکھے۔ اور اگر یہی منصب کسی ایسے آدمی کو مل جائے۔ جس کے بارے میں یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کے امور پر عمل پیرا ہوگا۔ تو ایسے شخص کے لیے بڑے سے بڑا منصب حتیٰ کہ دنیا و مافیہا کا حصول بھی میرے نزدیک نہ قابل رشک نہ باعث شرافت ہے نہ اس کو بلندی مرتبہ سمجھتا ہوں۔

اب جو شخص میرے دل کی بات پوچھنا اور امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوات و التسلیمات کے معاملہ میں میرا منتہائے مقصود دریافت کرنا چاہے۔ تو (میں اسے صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ) جو بات میرے دل میں ہے اور جو اہم مقصد میرے پیش نظر ہے۔ وہ یہ ہے کہ تم کتاب اللہ اور اس کے نبی ﷺ کی سنت کی پیروی کرو۔ اور ان تمام امور سے اجتناب کرو۔ جن کی طرف نفسانی خواہشات اور فکری زیغ کھینچ کر لے جاتے ہیں۔ اور جو شخص عملی زندگی میں کتاب وسنت کو چھوڑ دیتا ہے۔ اسے دنیا و آخرت میں کبھی عزت اور سربلندی نصیب نہ ہوگی۔

جن لوگوں کے سامنے میرے اس خط کا ذکر آئے۔ انہیں معلوم رہنا چاہیے کہ بخدا یہ بات مجھے زیادہ محبوب ہوگی کہ میں سب سے پہلے مر جاؤں بہ نسبت اس کے کہ میں لوگوں کو ان کے رب کی کتاب اور ان کے نبی ﷺ کی سنت کے علاوہ کسی اور چیز پر عمل کرنے کی اجازت دوں۔ لوگ جئیں تو اس پر جئیں اور مریں تو اس پر مریں میں

چاہتا ہوں کہ کتاب و سنت کے اتباع کی حرص اور اشتیاق پر میرا خاتمہ ہو۔ میرے نزدیک ایسے شخص کا تلف ہو جانا یا غم زدہ ہونا نہایت معمولی چیز ہے کہ جس سے کتاب و سنت کی خلاف ورزی کی ذرا بھی توقع کی جائے۔ یہی چیز تو ہے جس نے ہمیں پستی سے بلندی بے قدری سے قدر و منزلت اور ذلت سے عزت بخشی۔ معاذ اللہ۔ کہ اب ہم اس کے بدلے کسی اور چیز کو قبول کریں۔ معاذ اللہ کہ ہم اس کی پناہ کو چھوڑ کر کسی اور کی پناہ میں آئیں۔ جب تم اپنی مجلسوں میں گفتگو کرو۔ یا ایک آدمی اپنے بھائی سے تنہائی میں بات چیت کرے تو صرف اسی چیز کا مذاکرہ ہونا چاہئے۔ جس کی میں نے تمہیں ترغیب دی ہے یعنی کتاب و سنت کا احیا اور ان کے ماسوا کا ترک۔ کیونکہ حق کے بعد صرف باطل ہے۔ بینائی کے بعد اندھاپن ہے۔ لوگوں کو ہدایت کے بعد گمراہی سے اور بینائی کے بعد اندھے پن سے ڈرنا چاہیے کیونکہ صالح علیہ السلام کی قوم کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

﴿وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ (حٰم السجدہ : ۱۷)

”رہے ثمود سو ہم نے ان کی بھی رہبری کی پھر بھی انہوں نے ہدایت پر اندھے پن کو ترجیح دی جس بنا پر انہیں (سراپا) ذلت کے عذاب کی کڑک نے ان کی کرتوتوں کے باعث پکڑ لیا۔“

پس جس چیز کا تمہیں حکم دیا گیا ہے اس کی پیروی کرو جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے۔ ان سے پرہیز کرو۔ اور اپنی ذات (اور اس کی دنیاوی شان و شوکت) کو میرے سامنے پیش نہ کرو۔ کیونکہ الحمد للہ اس کے سوا میرے لیے مسرت کا کوئی سامان نہیں۔ بخدا تم میں سے جو شخص کتاب و سنت کی خلاف ورزی کرتا ہے اسے ذہن میں یہ بات ضرور رکھنی چاہیے کہ جس شخص کو تمہاری دنیا کی کوئی حاجت نہ ہو۔ جو تمہارے دینی زلیغ کو برداشت کرنے کی ہمت نہ رکھتا ہو اور جس کے لیے بے مقصد چیزوں میں تمہارا

جھگڑا نا قابل برداشت ہو۔ وہ ایسے شخص کی خونریزی میں نہایت جری ہوگا۔ جو کتاب اللہ سے انحراف کرے۔ جو دین سے کنارہ کشی کرے۔ جو اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کی سنت کو پس پشت ڈال دے۔ یہ میرے عزائم کا حصہ ہے جو میں نے تمہارے سامنے واضح کر دیا۔ میں فوج اور فوج کے سربرآوردہ لوگوں سے کہتا ہوں کہ بخدا تمہیں ناپسندیدہ روش ترک کر دینی چاہیے اور بہترین مواعظ اور نصائح پر عمل درآمد کرنا ہوگا۔ انشاءاللہ العزیز میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اپنی رحمت اور اپنے وسیع فضل کے صدقے ہدایت والوں میں اضافہ کرے اور گناہ گار کو عافیت دے کر توبہ کی توفیق بخشے۔ اور جو شخص اس کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت کی مخالفت کا ارادہ رکھتا ہو اس کے بارے میں بہت جلد ایسا فیصلہ فرمائے جو اس کو ٹھکانے لگا دے۔ یقیناً وہ اس امر پر قادر ہے۔ اور میں اس کی طرف سے التجا کرتا ہوں اور یہ کہ عامتہ الناس کا انجام بخیر کرے اور بدکاروں کے گناہ میں ہمیں نہ پکڑے۔

(سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۲۲ تا ۱۳۳)



باب : ۶

تدوین حدیث

قرآن مجید کے بعد اسلام کے احکامِ اسلام کی تعلیم اور اسلام کے اخلاق کا مجموعہ صرف وہ کلماتِ طیبہ ہیں۔ جو سرورِ کائنات حضرت محمد ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے۔ جن کو حدیث کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ صفر ۹۹ھ میں منصب خلافت پر فائز ہوئے جن کی ذات سرتاپا اسلام کی اعجاز تھی۔ اور اللہ کی قدرت کی ایک نشانی تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ روافض و خوارج اور قدریہ وغیرہ نئے فرقے سر اٹھا رہے ہیں۔ اس لیے حدیث وسنت کی باقاعدہ تدوین کی ضرورت ہے۔

حدیث کا علم حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے سے پہلے صحابہ و تابعین کے سینوں میں محفوظ تھا۔ اس وقت تک مؤطا امام مالک' صحیح بخاری' صحیح مسلم اور حدیث کی دوسری کتابیں جو احادیث صحیحہ کا صحیح ترین مجموعہ ہیں۔ وجود میں نہیں آئی تھیں۔

تدوین حدیث کا سلسلہ عہد رسالت اور عہد خلفائے راشدین کے دور میں شروع ہو چکا تھا۔

مولانا سید ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں کہ:

"پہلی ضرورت کے لیے قدرتی طور پر یہ انتظام ہوا کہ ظہور اسلام کے لیے اس ملک اور قوم کا انتخاب ہوا جو اپنی راست گفتاری' امانت اور قوت حفظ میں

دنیا میں ممتاز تھی۔ صحابہ کرامؓ نے جو کچھ دیکھا جو کچھ سنا اس کو محفوظ کرلیا۔ اور بے کم و کاست دوسری نسل کو پہنچا دیا دوسری قوموں نے اپنے اپنے پیغمبروں کے بت تراشے اور ان کی تصویریں بنائیں۔ اسلام میں بت تراشی اور صورت گری حرام ہے۔ مگر صحابہ کرامؓ نے آنحضرت ﷺ کے شمائل و عادات کا ایسا جیتا جاگتا مرقع پیش کر دیا۔ جس کی موجودگی میں کسی تصویر کی ضرورت نہیں۔ اور جو تصویر کے تمام مفاسد سے پاک ہے۔"

(تاریخ دعوت و عزیمت ج ۱ ص ۷۵)

تدوین حدیث کا آغاز عہدِ رسالت میں ہی ہو گیا تھا۔

علامہ سید سلیمان ندوی اپنے ایک مکتوب بنام مولانا عبدالماجد دریا آبادی تحریر فرماتے ہیں کہ:

"مسلمانوں کے اس فقرے کے معنی کہ حدیث کی تدوین ہجرت سے ڈیڑھ سو برس بعد ہوئی یہ ہیں کہ تصنیف اور کتاب کی حیثیت میں ورنہ محض تحریر و کتابت کی حیثیت میں زمانہ نبوی میں اس کی جمع و تحریر کا آغاز ہو چکا تھا۔"

(مکتوبات سلیمانی ص ۱۱۲ مکتوب نمبر ۸۱)

مولانا محمد اسحاق سندیلوی سابق اُستاد تفسیر و ندوۃ العلماء لکھنؤ اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ:

"تحقیق یہ ہے کہ تدوین حدیث کا کام خود نبی اکرم ﷺ کے زمانہ سے شروع ہو چکا تھا خلفائے راشدین کے دور میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ اور کوئی زمانہ بھی ایسا نہیں گزرا۔ جس میں یہ سلسلہ منقطع ہو گیا ہو۔"

(ماہنامہ الفرقان لکھنؤ ذی قعدہ ۱۳۷۵ھ ص ۳۷)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اگر تدوین حدیث کی طرف توجہ نہ کی ہوتی تو علم حدیث کا یہ ذخیرہ وجود میں نہ آتا۔ لیکن انہوں نے دیکھا کہ اقتضائے زمانہ کے ساتھ علمائے کرام اس دنیائے فانی سے کوچ کر رہے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی علوم شرعیہ

کے مٹ جانے کا اندیشہ ہے اس لیے انہوں نے قاضی ابوبکر بن حزم (م ۱۲۰ھ) کو جو ایک بلند پایہ عالم اور محدث تھے اور اس وقت مدینہ منورہ کے گورنر تھے اور جن کے بارے میں امام مالکؒ کا قول ہے کہ: "مدینہ میں جس قدر قضا کا ان کو علم تھا اور کسی کو نہیں تھا۔" حدیث کی تدوین کی طرف توجہ دلائی اور ان کو لکھا۔

انظر ما کان من حدیث رسول اللہ ﷺ فاکتبہ، لی فانی خفت دروس العلم وذھاب العلماء

"حدیث نبویہ کو تلاش کر کے ان کو تحریری شکل میں لاؤ اس لیے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ علم مٹ جائے گا۔ اور علماء رخصت ہو جائیں گے۔"

(صحیح بخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم)

امام محمد بن حسن شیبانی نے بھی مؤطا امام محمدؒ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ:

ان عمر بن عبدالعزیزؒ کتب ابی بکر بن حزم ان انظر ماکان من حدیث رسول اللہ ﷺ اوسنۃ او حدیث عمر او نحو ھذا فاکتبہ، لی فانی خشیت دروس العلم وذھاب العلماء

"حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے عمرو بن حزم کو لکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث وسنت نیز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حدیث اور اسی قسم کی جو روایات مل سکیں۔ ان سب کو تلاش کر کے مجھے لکھو۔ کیونکہ مجھے علم کے مٹنے اور علماء کے فنا ہونے کا اندیشہ ہے۔"

(محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے ص ۶۰)

حافظ ابن عبدالبر قرطبی کا یہ بیان مولانا عبدالحی لکھنوی نے اپنی کتاب التعلیق الممجد کے مقدمہ میں نقل کیا ہے کہ:

وکتب الی ابی بکر بن عمرو بن حزم ان یجمع السنن ویکتب الیہ بھا۔

''عمر بن عبدالعزیزؒ نے ابوبکر بن عمرو بن حزم کو لکھا کہ حدیثوں کو جمع کرو۔ اور انہیں لکھ کر میرے پاس بھیج دو۔''

(مقدمہ التعلیق الممجد ص ۱۴)

مولانا عبدالحی نے حافظ ابونعیم کا یہ بیان بھی درج کیا ہے:

كتب عمر بن عبدالعزيز الى الافاق انظروا حديث رسول الله فاجمعوهٗ

''عمر بن عبدالعزیزؒ نے دور دور کے ملکوں میں یہ حکم لکھ بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں کو تلاش کر کے جمع کرلو۔''

(مقدمہ التعلیق الممجد ص ۱۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں حافظ ابونعیم کی تاریخ اصبہان سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا یہ حکم صرف مدینہ اور مدینہ کے گورنر کے ساتھ مخصوص نہ تھا۔ بلکہ انہوں نے صوبوں کے تمام گورنروں کے نام اسی قسم کا فرمان بھیجا تھا۔ کہ:

انظروا الى حديث رسول الله ﷺ فاجمعوه۔

''رسول اللہ ﷺ کی احادیث ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر جمع کرو۔''

(فتح الباری ج ۱ ص ۱۷۴)

حافظ ابن عبدالبر قرطبی نے سعد بن ابراھیم کی یہ روایت نقل کی ہے کہ:

امرنا عمر بن عبدالعزيز بجمع السنن فكتبناها دفترا دفترا فبعث الى كل ارض له عليها سلطان دفترا

''ہم کو عمر بن عبدالعزیزؒ نے جمع حدیث کا حکم دیا اور ہم نے دفتر کی دفتر حدیثیں لکھیں۔ اور انہوں نے ایک ایک مجموعہ ہر جگہ جہاں جہاں ان کی حکومت تھی بھیجا۔''

(جامع بیان العلم وفضلہ ص ۳۸)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے گورنر مدینہ امام ابوبکر بن حزم کے علاوہ مدینہ کے نامور عالم امام محمد بن مسلم المعروف ابن شہاب زہری (م ۱۲۴ھ) کو بھی اس خدمت پر مامور کیا تھا۔ امام زہری بڑے پایہ کے عالم تھے تمام علوم فنون میں ان کو یکساں دست گاہ حاصل تھی۔ علمائے اسلام نے ان کے علم و فضل کا اعتراف کیا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بھی ان کے جامع الکمالات ہونے کے معترف تھے۔ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا یہ قول درج کیا ہے۔

لم یبق احد اعلم بسنة ماضیه من الزهری

"اب ابن شہاب زہری سے زیادہ سنت کا جاننے والا کوئی نہیں رہا۔"

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۹۷)

حافظ ابن عبدالبر قرطبی نے امام ابن شہاب زہری کا یہ قول اپنی کتاب "جامع بیان العلم" میں نقل کیا ہے۔

امرنا عمر بن عبدالعزیز بجمع السنن فکتبناها دفترا دفترا فبعث الی کل ارض لهٗ علیها سلطان دفترًا۔

"ہم کو عمر بن عبدالعزیزؒ نے سنن کے جمع کرنے کا حکم دیا۔ ہم نے دفتر کے دفتر لکھ ڈالے۔ اور پھر انہوں نے ہر اس زمین پر کہ جہاں ان کی حکومت تھی۔ ایک دفتر بھیج دیا۔"

تدوین حدیث کے سلسلہ میں ابوبکر بن حزم اور امام ابن شہاب زہری نے جو سعی و کوشش کی وہ اظہر من الشمس ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے تدوین حدیث کے سلسلہ میں جو کوششیں کیں۔ وہ لائق صد تحسین ہیں۔

تدوین حدیث کا سلسلہ عہد خلفائے راشدین میں شروع ہو چکا تھا۔ مولانا مناظر احسن گیلانی نے اپنی کتاب "تدوین حدیث" میں اس پر تفصیل سے بحث کی ہے۔

مولانا عبدالسلام ندوی مرحوم لکھتے ہیں کہ:

''صحابہ کرام کے زمانہ میں فن حدیث مدون ہو چکا تھا اور حضرتِ عمر بن عبدالعزیزؒ نے انہی اجزائے پریشان کو ایک مجموعے کی صورت میں جمع کیا۔''

(اسوہ صحابہ ج ۲ ص ۳۱۰)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے تدوین حدیث کے سلسلہ میں جو اقدامات کیے وہ تاریخ کے صفحات میں سنہری حروف سے لکھے جائیں گے۔



باب : ۷

رفاہی کام

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے مختصر دور حکومت میں جو رفاہی کام کیے۔ اس کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے۔

علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ:

''عمر بن عبدالعزیزؒ نے خراسان اور سمرقند کے عاملوں کو لکھا کہ اپنے اپنے علاقوں میں سڑکیں اور سرائیں تعمیر کرائیں اور جو مسلمان آپ کے شہروں سے گزریں ان کو ایک دن اور ایک رات کا مہمان رکھیں۔ اور ان کی سواریوں کی حفاظت کریں۔ اور جو مسافر دوران سفر بیمار ہو جائیں ان کو دو دن اور دو راتیں مہمان رکھا جائے۔ اور اس کے بعد ان کو ان کی منزل مقصود تک پہنچانے کا انتظام کیا جائے۔''

(طبقات ابن سعد)

ممالک محروسہ میں چراگاہیں تھیں آپ سے پہلے یہ چراگاہیں حکومت کے کنٹرول میں ہوتی تھیں عوام ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے۔ آپ نے اپنے دور حکومت میں ان چراگاہوں کو عوام کو استعمال کرنے کی اجازت دے دی۔

علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ:

''حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے ایک عامل کو لکھا جو زمینیں چراگاہ بنائی گئی

ہیں تو جہاں جہاں برسات کا پانی گرے ان سے کسی کو نہ روکا جائے اس لیے چراگاہوں کو عام کردو۔ اور ضرور عام کرو۔"

عمارات

آپ سے پہلے کے خلفائے بنو اُمیہ عمارات کی تعمیر میں دلچسپی لیتے تھے لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اسی طرف بہت کم توجہ کی۔ آپ نے نہایت معمولی طور پر صرف ضروری عمارتیں تعمیر کروائیں۔ اور ان میں زیادہ تر مساجد کی تعمیر شامل تھی۔

مدینہ منورہ میں قبیلہ بنو عدی بن النجار کی مسجد گر گئی۔ تو قاضی ابوبکر بن حزم گورنر مدینہ کو اس کی تعمیر کی طرف توجہ دلائی اور اس کے ساتھ انہیں یہ بھی ہدایت کی کہ مسجد کو متوسط پیمانہ پر پکی اینٹوں سے تعمیر کیا جائے۔

(سیرۃ عمر بن عبدالعزیزؒ ابن جوزی ص ۲۸۳)

شہر راس المعین دمشق میں بھی آپ نے مساجد تعمیر کیں اس کے علاوہ آپ نے حدود حرم کی بھی تجدید کرائی طبقات ابن سعد میں ہے کہ:

"حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے مدینہ کے گورنر قاضی ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ وہ حدود حرم کی تجدید کرائیں۔"

اس کے علاوہ جب آپ خناصرہ کے گورنر تھے تو وہاں آپ نے ایک محل تعمیر کرایا تھا۔ جس میں اکثر قیام کرتے تھے اس کے علاوہ کوئی عمارت نہ تھی جو آپ نے تعمیر کرائی ہو۔

سلیمان بن عبدالملک جب خلیفہ ولید کی طرف سے فلسطین کا گورنر تھا تو اس نے شہر رملہ کی بنیاد ڈالی تھی۔ جس میں اس نے سب سے پہلے اپنا ایک محل تعمیر کرایا تھا جس کے وسط میں ایک تالاب تھا اور اس کے بعد ایک مسجد کی بنیاد ڈالی تھی شہر کی تعمیر کا کام جاری تھا کہ خلیفہ ولید کا انتقال ہوگیا۔ اور سلیمان بن عبدالملک خلیفہ ہوگیا اور اس کے عہد خلافت میں تعمیر کا کام جاری رہا۔ سلیمان کے انتقال کے بعد اس میں جو کمی رہ گئی

تھی۔ اس کی تکمیل حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے دور حکومت میں کی۔

(فتوح البلدان ص ۱۵۷)

علامہ بلاذری لکھتے ہیں کہ ۱۰۰ ہجری میں رومیوں نے "لاذقیہ" شہر جو ایک ساحلی شہر تھا اس کو تباہ و برباد کر دیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس کی از سر نو تعمیر کرائی۔

(فتوح البلدان ص ۱۵۰)



باب : ۸

جنگی مہمات وفتوحات

اُموی دور میں جس قدر فتوحات ہوئیں۔ تاریخ اسلام میں اس کی نظیر نہیں ملتی خلافت راشدہ میں اگرچہ بہت زیادہ فتوحات ہوئیں ایران' شام اور مصر اسلامی قلم رو میں شامل ہوئے۔ لیکن بنو اُمیہ کے دور حکومت میں طرابلس، طنجہ' اندلس چین' ہندوستان' روم' قسطنطنیہ' عراق' تیونس' مراکش' خراسان' فارس' توران' طبرستان' جرجان' سجستان' افغانستان بھی اسلام کے زیر نگیں ہوئے اور مشرق و مغرب' جنوب و شمال غرض دنیا کے ہر حصے میں اسلام کا جھنڈا لہرایا۔

خلفائے بنو اُمیہ میں ولید کے دور کو ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ:

"ولید کے دور حکومت میں فتوحات کا سلسلہ (سلسلۂ جہاد) برابر جاری رہا۔ اور اس کے زمانہ میں ویسی ہی عظیم الشان فتوحات ہوئیں جیسی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہوئی تھیں۔"

(تاریخ الخلفاء ص ۳۲۴)

ولید کا دور حکومت ۸۶ھ تا ۹۶ھ تک محیط ہے اس کے دور حکومت میں جو فتوحات ہوئیں ان کی تفصیل یہ ہے۔

۸۸ھ میں جرثومہ اور طوانہ کو فتح کیا۔

۸۹ھ جزیرہ منورقہ اور میورقہ فتح کیے۔
۹۱ھ میں نفس، کش، شومان، مدائین، اور آذر بائیجان کے بعض ساحلی قلعے فتح کیے۔
۹۲ھ میں اندلس (اسپین) باسرہ، شہرار مابیل، اور قتربوں قبضے میں آئے۔
۹۳ھ میں شہر دیبل، کیرخ (کراچی) برم وباجہ، بیضاء، خوارزم، سمرقند اور سعد فتح ہوئے۔
۹۴ھ میں کابل، فرغانہ، شوش، اور سندرہ وغیرہ فتح کیے۔
۹۵ھ میں شہر موقان اور مدینہ الباب کو اپنی قلمرو میں شامل کیا۔
۹۶ھ میں لوس کو فتح کیا۔

(تاریخ الخلفاء ص ۲۲۳، ۲۲۴)

بحری جنگ کا باقاعدہ آغاز بھی بنو اُمیہ کے دور میں ہی ہوا جہاز سازی کے کارخانے بھی بنو اُمیہ کے دور میں قائم ہوئے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ تاریخ اسلام میں بحیثیت ایک فاتح کے مشہور نہیں ہیں آپ کا نقطۂ نظر دوسرے خلفائے بنو اُمیہ کے مقابلہ میں مختلف تھا تاہم ان کا عہد حکومت فوجی ہنگامہ آرائیوں سے بالکل خالی بھی نہیں ہے۔ اندلس اور سندھ کے بعض علاقے ان کے دور حکومت میں اسلامی قلمرو میں شامل ہوئے

مولانا عبدالسلام ندوری طبقات ابن سعد کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

"مغربی مہم یعنی اندلس وغیرہ کی طرف انہوں نے جو فوجیں روانہ کیں۔ ان کے لیے نہایت کثرت سے ساز و سامان مہیا کیے۔ چنانچہ ایک افسر فوج کو لکھا کہ جب مغربی مہم پیش آئے تو کسی شخص کو وہاں جانے کی اس وقت تک اجازت نہ دو جب تک وہ جماعت ساز و سامان اور پیادہ سوار سپاہیوں کی پشت پناہی سے قوت کا کافی سرمایہ فراہم نہ کرے۔ تاکہ واپس آئیں تو سب صحیح وسلامت واپس آئیں اور ہلاک ہوں تو سب ہوں۔"

(سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ ص ۲۰۹)

ہندوستان کے بعض علاقے بھی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد حکومت میں اسلامی قلمرو میں شامل ہوئے۔ علامہ بلاذری لکھتے ہیں کہ:

"عمرو بن مسلم الباہلی نے جو ہندوستان میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا عامل تھا۔ ہندوستان کے بعض حصوں پر فوج کشی کی اور فتوحات حاصل کیں۔"

(فتوح البلدان ص ۴۴۷)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور حکومت میں خوارج نے فتنہ و فساد پھیلانے کی کوشش کی۔ اور خوارج کا وجود امن عام کے لیے خطرہ تھا۔ کسی کی جان و مال ان سے محفوظ نہ تھا۔ خوارج کا مرکز کوفہ تھا۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی طرف سے عبدالحمید کوفہ کے گورنر تھے۔ ۱۰۰ھ میں خارجیوں نے کوفہ میں شورش کی جب اس کی اطلاع امیر المومنین عمر بن عبدالعزیزؒ کو ملی تو آپ نے گورنر کوفہ عبدالحمید کو لکھا کہ:

"تم خارجیوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ پر کاربند ہونے کی دعوت دو۔"

عبدالحمید نے اس حکم کی تعمیل کی اور پھر ان کے مقابلہ کے لیے ایک فوج بھیجی مگر خارجیوں نے اس فوج کو شکست دے دی۔

جب امیر المومنین کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ نے مسلمہ بن عبدالملک کو شام کی ایک فوج کے ساتھ جو رقہ میں مقیم تھی خارجیوں کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا چنانچہ مسلمہ بن عبدالملک نے ان کی سرکوبی کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں خارجیوں کے مقابلہ میں فتح دی۔

(تاریخ طبری ج ۶ ص ۳۲)

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے فوجی افسران کو یہ بھی تاکید کی تھی کہ

(۱) عورت، بچے اور قیدی قتل نہ کیے جائیں۔ زخمیوں کا تعاقب نہ کیا جائے۔

(۲) فتح کے بعد جو مال غنیمت ہاتھ آئے۔ وہ خوارج کے اہل و عیال کو واپس کر دیا جائے۔

④ قیدی اس وقت تک قید رہیں جب تک راہ راست پر نہ آ جائیں۔

(تاریخ اسلام ج ۲ ص ۳۲۹)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور حکومت میں بحری جنگوں کا مطلق پتہ نہیں چلتا۔ لیکن صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ بحری جنگوں کا جو سلسلہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں شروع ہوا تھا۔ اس میں مداخلت نہیں کی صرف بحری تجارت پر پابندی عائد کی آپ کا بحری کارنامہ صرف یہ ہے کہ جب رومیوں نے ۱۰۰ھ میں لاذقیہ کے ساحل پر حملہ کیا اور شہر کو تباہ و برباد کیا۔ اور لوگوں کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گئے تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے شہر کی آبادی اور قلعہ بندی کا حکم دیا۔ اور قیدیوں کی رہائی کے لیے فدیہ بھیجا۔

(فتوح البلدان ص ۱۳۹)



باب : ۹

فضل وکمال

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اگر سیاسی حالات کے پیش نظر تختِ خلافت پر نہ بٹھائے جاتے تو وہ مسند درس کی زینت ہوتے۔ علمی اعتبار سے ان کا مرتبہ و مقام بہت بلند تھا۔

سنن ابوداؤد میں امام ابوداؤد نے حضرت سفیان ثوری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

"خلفائے راشدین پانچ ہیں یعنی حضرت ابوبکر صدیق' عمر فاروق' عثمان ذوالنورین' علی مرتضٰی اور عمر بن عبدالعزیزؒ رضی اللہ عنہم"

تمام علمائے اسلام نے ان کے فضل و کمال' جلالت شان' اور تبحر علمی کا اعتراف کیا ہے حافظ شمس الدین ذہبی لکھتے ہیں:

"آپ امانت کے درجہ تک پہنچے ہوئے مجتہد' فقیہ' حدیث کی معرفت رکھنے والے' عظیم الشان حافظ' لائق اعتماد اور پختہ عالم تھے۔ اطاعت گزاری انابت الی اللہ اور خشیت الٰہی آپ کا شیوہ تھا۔"

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۱۱)

امام نووی نے ان کے جلالت علم' اصلاح' زہد و ورع' حسن سیرت' اتباع سنت اور اقتدائے خلفائے راشدین پر اتفاق کیا ہے۔

(تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۱۷)

تفسیر

تفسیر قرآن پر ان کی نظر بہت وسیع تھی۔ بڑے بڑے علمائے قرآن آپ سے قرآن کی مشکل آیات کی تفسیر و تشریح کے سلسلہ میں رجوع کرتے تھے۔

حافظ ابن جوزی نے سیرۃ عمر بن عبدالعزیزؒ میں لکھا ہے کہ ایک بار علمائے حجاز و شام نے آپ کے صاحبزادے عبدالملک سے کہا کہ ہمیں اپنے والد سے قرآن مجید کی اس آیت کے متعلق دریافت کر کے بتاؤ۔ کہ اس سے کیا مراد ہے۔

﴿وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ﴾ (سبا : ۵۲)

''لیکن اس قدر دور جگہ سے (مطلوبہ چیز) کیسے ہاتھ آ سکتی ہے۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ:

''اس سے مراد توبہ ہے جس کی خواہش اس وقت کی جائے جس وقت انسان اس پر قادر نہ ہو۔''

حدیث

حدیث میں ان کا مرتبہ و مقام بہت بلند تھا۔ حافظ ذہبی نے ان کو امام حدیث اور حافظ لکھا ہے (تذکرۃ الحفاظ) اور امام مالک اور امام سفیان بن عیینہ نے ان کو امام وقت تسلیم کیا ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۴۷۹)

امام نووی نے ایوب سختیانی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

''میں جن لوگوں سے ملا ان میں سے کسی کو عمر بن عبدالعزیزؒ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرنے والا نہیں دیکھا۔''

(تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۱۸)

حدیث نبوی ﷺ کا بیشتر ذخیرہ آپ کے سینہ میں محفوظ تھا۔

فقہ

فقہ میں بھی ان کا مقام بہت بلند تھا۔ حافظ ذہبی نے ان کو فقیہ اور مجتہد بتایا ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ)

آپ کا عظیم الشان کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ان تمام فقہی فیصلوں کو جو انہوں نے رعایا کے متعلق کیے تھے جمع کرایا۔

(سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ ابن جوزی ۲۲۵)

شعروسخن

شعروسخن کا عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ اور اخلاقی اشعار بہت زیادہ پسند کرتے تھے اور ان کو اس طرح کے بے شمار اشعار زبانی یاد تھے خود بھی کبھی کبھی شعر کہتے تھے۔ حافظ ابن جوزی نے سیرت میں ان کے اشعار نقل کیے ہیں شعرائے کرام کی قدر کرتے تھے۔ اور جو شاعر حقیقت پر مبنی شعر کہتا اس کی تعریف کرتے تھے۔

ایک دفعہ ایک شاعر نے آپ کی زوجہ محترمہ فاطمہ بنت عبدالملک بن مروان کے بارے میں یہ شعر کہا

بن الخلیفه والخلیفه جَدّ ھا

اخت الخلائف و خلیفه زوجھا

"یعنی فاطمہ خلیفہ کی بیٹی، خلیفہ کی پوتی، چند خلفاء کی بہن اور خلیفہ کی بیوی تھی۔"

عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا اس نے بالکل سچ کہا ہے کہ:

آج تک فاطمہ بنت عبدالملک کے سوا کوئی عورت ایسی نہیں ہے کہ فاطمہ عبدالملک کی بیٹی، خلیفہ مروان کی پوتی سلیمان، ولید کی بہن، اور عمر بن عبدالعزیزؒ کی بیوی ہے۔

(تاریخ الخلفاء ص ۳۴۸)

خطابت

خطابت میں بھی آپ کو ملکہ حاصل تھا۔ آپ کے خطبات نہایت مؤثر اور دل پذیر ہوتے تھے۔ حافظ نے اپنی کتاب "البیان والتبیین" میں آپ کے خطبات نقل کیے ہیں۔

علما کی قدردانی

علمائے کرام کی بہت زیادہ قدر کرتے تھے۔ زمام خلافت ہاتھوں میں لینے کے بعد سالم بن عبداللہ بن عمرؓ محمد بن کعب قرظی، رجاء بن حیوۃ، اور رباح بن عبید سے امور خلافت میں مشورہ لیتے تھے۔ اور یہ تمام علماء آپ کے ندیم خاص تھے۔

(سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ ابن جوزی ص ۲۶)



باب : ۱۰

سیرت و کردار

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فطرتاً صالح و سعید تھے۔ اس لیے زندگی کے کسی دور میں بھی آپ کا دامن داغ دار نہ تھا۔

علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں کہ:

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا قول ہے کہ:

"مجھے جس دن سے معلوم ہوا کہ جھوٹ بولنا ایک عیب ہے اس دن کے بعد سے میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔"

عبادت

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا عام معمول تھا کہ

"شام ہونے کے بعد آدھی رات تک امور خلافت انجام دیتے۔ آدھی رات کے بعد علمائے کرام کے ہم جلیس ہوتے اور رات کا پچھلا حصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے۔"

نماز

نماز پنجگانہ پابندی سے باجماعت ادا کرتے تھے۔ مؤذن اگر اذان دینے میں دیر کرتا تھا تو آدمی بھیج کر اس کو یاد دلاتے کہ اذان کا وقت ہوگیا ہے جمعہ کے دن کا بہت

احترام کرتے تھے۔ نماز میں رسول اللہ ﷺ کے سنن و آداب کا اتباع کرتے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"میں نے عمر بن عبدالعزیزؒ سے زیادہ کسی کو رسول اللہ ﷺ کے مشابہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔"

زکوٰۃ

زکوٰۃ کی ہمیشہ ادائیگی فرماتے تھے۔ اور صدقہ و خیرات بھی بہت کرتے تھے سوموار اور جمعرات کو ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔

تلاوت

قرآن مجید کی ہمیشہ نماز فجر کے بعد تلاوت کرتے تھے۔ اور اس میں ناغہ نہیں کرتے تھے اور رات کو سوتے وقت بڑے سوز سے درج ذیل آیات کی تلاوت کرتے تھے۔

① ﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ م بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۝﴾ (الاعراف: ۵۴)

"بے شک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا پھر عرش پر قائم ہوا۔ وہ شب سے دن کو ایسے طور پر چھپا دیتا ہے کہ وہ شب اس دن کو جلدی سے آلیتی ہے اور سورج اور چاند اور دوسرے ستاروں کو پیدا کیا ہے ایسے طور پر کہ سب اس کے حکم کے تابع ہیں یاد رکھو اللہ ہی کے لیے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا۔ بڑی خوبیوں سے بھرا ہے۔ اللہ جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔"

② ﴿اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّ هُمْ نَآئِمُوْنَ۝﴾

(الاعراف : ۹۷)

''کیا پھر بھی ان بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بے خبر ہو گئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب شب کے وقت آ پڑے جس وقت وہ سوتے ہوں۔''

قرآن مجید سن کر ان پر محویت کا عالم طاری ہو جاتا تھا اور جن آیات میں موعظت کی تلقین کی گئی ہے اس کو پڑھ کر بے حال ہو جاتے تھے اور بے ساختہ رو پڑتے ۔ بے ہوش ہو جاتے اور صبح تک ان پر خود رفتگی کی کیفیت طاری رہتی۔

ایک رات یہ آیت پڑھی۔

﴿يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ○ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ﴾ (القارعه : ۴-۵)

''جس دن انسان بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہو جائیں گے اور پہاڑ دھنے ہوئے رنگیں اون کی طرح ہو جائیں گے۔''

تو زور زور سے چیخنا شروع کر دیا اور زمین پر گر گئے۔ اور اس طرح ساکن ہو گئے کہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کی روح پرواز کر گئی اور پھر ہوش میں آ گئے۔

ایک دن نماز میں یہ آیت پڑھی:

﴿وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ﴾ (الصافات : ۲۴)

''اور انہیں ٹھہرا لو۔ (اس لیے) کہ ان سے (ضرور ی) سوال کیے جانے والے ہیں۔''

اس آیت سے اتنے متاثر ہوئے کہ اس کو بار بار پڑھتے رہے اور اس سے آگے نہ بڑھ سکے۔

دعا و مناجات بہت زیادہ کرتے تھے۔

خشیت الٰہی

ان پر خشیت الٰہی کا بہت زیادہ غلبہ رہتا تھا۔ نماز عشا کے بعد دعا و مناجات میں

مشغول ہو جاتے یہاں تک کہ آنکھ لگ جاتی۔ پھر آنکھ کھلتی تو یہی مشغلہ جاری ہو جاتا۔ اور رو رو کر دعائیں کرتے تھے۔

ایک دن ان کی زوجہ محترمہ فاطمہ بنت عبدالملک نے دریافت کیا کہ آپ دعا کرتے وقت کیوں روتے ہیں۔ تو اس کو ٹالنا چاہا۔ اس نے کہا میں اس لیے اصرار کر رہی ہوں کہ آپ کے رونے سے کوئی نصیحت حاصل کرنا چاہتی ہوں۔

تو آپ نے فرمایا کہ:

''میں نے اپنے بارے میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ میں اس امت کے چھوٹے بڑے اور سیاہ و سفید جملہ امور کا ذمہ دار ہوں۔ اس لیے جب میں بے کس' غریب' محتاج' فقیر' گم شدہ قیدی اور اس قبیل کے دوسرے آدمیوں کو یاد کرتا ہوں۔ جو سارے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں اور جن کی ذمہ داری مجھ پر ہے اور اللہ اس بارے میں مجھ سے سوال کرے گا۔ اور رسول اللہ ﷺ ان کے متعلق مجھ پر دعویٰ کریں گے۔ اگر میں اللہ کے سامنے ان کا کوئی عذر اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے کوئی دلیل نہ پیش کر سکا تو مجھے خوف پیدا ہو جاتا ہے اور میرے آنسو نکل آتے ہیں اور جس قدر میں ان چیزوں پر غور کرتا ہوں اسی قدر میرا دل خوف زدہ ہو جاتا ہے۔''

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو جس چیز نے لوگوں میں ممتاز کر دیا تھا۔ وہ خوف خدا تھا ایک بار آپ نے اپنے ایک فوجی افسر کو لکھا کہ:

''اللہ کی عظمت اور خشیت کا سب سے زیادہ مستحق بندہ وہ ہے جو اس مصیبت میں مبتلا ہو جس میں کہ میں ہوں اللہ کے نزدیک مجھ سے زیادہ سخت حساب دینے والا اور مجھ سے زیادہ ذلیل (اگر وہ اللہ کی نافرمانی کرے) کوئی نہیں ہے میں اس حالت میں سخت دل گرفتہ ہوں۔ اور مجھے خوف ہے کہ یہ میری ہلاکت کا سبب نہ بن جائے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم جہاد کے لیے روانہ ہونا

چاہتے ہوتو میری خواہش یہ ہے کہ جب تم صف جنگ میں کھڑے ہو۔ تو اللہ سے دعا کرو کہ وہ مجھے شہادت عطا فرمائے کیونکہ میری حالت نہایت سخت اور میرا خطرہ نہایت عظیم الشان ہے۔"

آپ کی زوجہ محترمہ فاطمہ بنت عبدالملک راوی ہیں کہ:

"ان سے زیادہ کوئی شخص اللہ سے نہیں ڈرتا تھا وہ اپنے بستر پر اللہ کو یاد کرتے تھے تو خوف سے کنجشک سے زیادہ کانپتے تھے۔"

موت کا خوف

سلاطین کی بزم طرب میں موت اور قیامت کے ذکر اور خوف کا گزر نہیں ہوتا۔ لیکن عمر بن عبدالعزیزؒ کی مجلس میں یہ دونوں چیزیں ہوتی تھیں۔ ان کے ہاں علمائے کرام جمع ہو کر موت اور قیامت کا ذکر کرتے اور خوب روتے تھے۔

سیاسی کام عموماً مصلحت اور ضرورت کے اقتضا سے انجام دیے جاتے ہیں لیکن عمر بن عبدالعزیزؒ کے نظام سلطنت کی بنیاد صرف موت پر قائم تھی۔ وہ جو کچھ کرتے تھے اللہ کے ڈر' قیامت کے مواخذہ اور موت کے خوف سے کرتے تھے۔

قیامت کا خوف

روز قیامت سے بہت زیادہ خائف رہتے تھے۔

یزید بن حوشب کا قول ہے کہ:

"میں نے حسن بصریؒ اور عمر بن عبدالعزیزؒ سے زیادہ کسی شخص کو قیامت سے ڈرنے والا نہیں دیکھا گویا جہنم صرف انہی دونوں کے لیے پیدا کی گئی تھی۔"

ایک بار منبر پر دوران خطبہ یہ آیت پڑھی۔

﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۚ وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا ۗ وَكَفَىٰ بِنَا حَاسِبِيْنَ﴾

(الانبیاء ۴۷)

"قیامت کے دن ہم درمیان میں لا رکھیں گے۔ ٹھیک ٹھیک تولنے والی ترازو کو پھر کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ اور اگر ایک رائی کے دانے کے برابر بھی عمل ہوگا۔ ہم اسے لا حاضر کریں گے۔ اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے" تو خوف سے ایک طرف جھک گئے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ منبر سے گر جائیں گے۔

جب آپ نے بنو اُمیہ کی جائیدادیں ضبط کیں۔ تو انہوں نے ان کی پھوپھی کو آپ کے پاس بھیجا کہ امیر المومنین سے جا کر کہو کہ ہمیں کیوں تنگ دست کر رہے ہیں چنانچہ آپ کی پھوپھی آپ کے پاس آئیں اور کہا بھتیجے۔ میں تمہارے پاس اس لیے آئی ہوں کہ تم نے اپنے خاندان والوں کی تمام جائیدادیں اور جاگیریں ضبط کر لی ہیں جس کی وجہ سے وہ تنگ دست ہو گئے ہیں۔ اور مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں وہ تمہارے خلاف بغاوت پر آمادہ نہ ہو جائیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے پھوپھی سے یہ سن کر فرمایا کہ:

"اگر قیامت کے سوا کسی اور دن سے ڈروں تو اللہ مجھے اس دن سے نہ بچائے اس کے بعد آگ پر ایک اشرفی رکھی جب وہ سرخ ہو گئی تو اس کو گوشت کے ایک ٹکڑے پر رکھا وہ بھن گیا تو پھوپھی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"پھوپھی جان اپنے بھتیجے کے لیے اس سے ڈرو۔"

محبت رسولؐ

رسول اللہ ﷺ کی محبت اور آپ ﷺ کا ادب و احترام ہر مسلمان کا جزو ایمان ہے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے اجزائے ایمانیہ کا یہ جزو سب سے زیادہ نمایاں تھا آپ کے پاس آنحضرت ﷺ کی کئی اشیا محفوظ تھیں۔ اور کبھی کبھی لوگوں کو ان کی زیارت کرواتے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔

یہ اس مقدس ذات کی میراث ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے تم کو عزت

دی ہے۔

محبت اہل بیت

رسول اللہ ﷺ کے انتساب و تعلق نے اگرچہ اہل بیت کو تمام مسلمانوں کے نزدیک عزیز تر بنا دیا تھا۔ لیکن بنی اُمیہ کا خاندان ابتدا ہی سے سیاسی مصالح کی بنا پر ان کا دشمن بن گیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بھی اسی خاندان کے ایک رکن تھے۔ ان کے زمانے تک بغض و عداوت کا خمیر اس قدر پختہ ہو گیا تھا کہ خاندان بنو اُمیہ کے سامنے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا نام نہیں لیا جا سکتا تھا۔ بنو اُمیہ کے دور میں خطبات جمعہ میں حضرت علیؓ کے متعلق اہانت آمیز کلمات ادا کیے جاتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یہ کلمات خارج کرا دیئے۔ جیسا کہ ایک شاعر نے اپنے ایک شعر میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

"تم خلیفہ ہوئے تو تم نے نہ علی کو گالی دی نہ برے آدمیوں کو ڈرایا اور نہ مجرمین کی بات پر گرفت کی۔"

محبت مدینہ

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ مدینہ منورہ کا ادب و احترام شدت سے کرتے تھے مدینہ کا حرم رسول اللہ ﷺ نے مقرر کر دیا تھا۔ اور اس کے اندر درخت یا گھاس کو کاٹا نہیں جا سکتا تھا آپ کئی سال تک مدینہ کے گورنر رہے آپ کے نزدیک مدینہ کا اس قدر احترام تھا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ:

"مجھے یہ گوارا ہے کہ ایک شخص کو میرے سامنے اس حالت میں لایا جائے کہ وہ شراب لے جاتا ہو۔ لیکن یہ گوارا نہیں ہے کہ ایک شخص کو اس حالت میں لایا جائے کہ وہ حرم مدینہ سے کوئی چیز کاٹ کر لے جاتا ہو۔"

نوٹ: اس باب سے متعلق سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ حافظ ابن جوزی، سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ ابو محمد عبداللہ بن عبدالحکم، طبقات ابن سعد اور تاریخ الخلفاء حافظ سیوطی سے استفادہ کیا گیا ہے۔ (عراقی)

باب : ۱۱

اخلاق و عادات

اخلاق و عادات کے اعتبار سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بلند مرتبہ و مقام کے حامل تھے اور تمام اوصاف میں ان کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ ارباب سیر اور تذکرہ نگاروں نے ان کے اخلاق و عادات کے متعلق تفصیل سے لکھا ہے۔ ذیل میں ان کے اخلاق و عادات پر مختصراً روشنی ڈالی جاتی ہے۔

حسن خلق

حسن خلق کے اعتبار سے بلند مرتبہ تھے بڑے خوش خلق اور نرم خو تھے ان کے چند خاص احباب تھے جن سے معاملات خلافت کے بارے میں رات کو صلاح و مشورہ کرتے تھے جب ان کا جی چاہتا کہ مجلس اب برخاست ہونی چاہیے تو صرف یہ فرماتے کہ اگر آپ لوگ چاہیں۔

تواضع و مساوات

خلافت سے پہلے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ شاہانہ زندگی گزارتے تھے بہت عمدہ کپڑے اور خوشبو استعمال کرتے تھے۔ جب مدینہ کے گورنر تھے تو وضع قطع سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ گورنر ہیں جب خلیفہ بنے تو کسی نے بھی نہ جانا کہ یہ خلیفہ ہیں ان کے اخلاق و عادات میں جو عظیم انقلاب آیا۔ اس نے غرور و تمکنت کو تواضع و انکسار سے

بدل دیا۔

خاکساری کی وجہ سے اپنی مدح کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ ان کی تواضع وانکساری کا یہ اثر تھا کہ لوگ یہ پہچان نہیں سکتے تھے کہ یہ خلیفۂ وقت ہیں۔

حلم

حضرت عمر نے عنفوان شباب سے لے کر تادم مرگ حاکمانہ حیثیت سے زندگی بسر کی تاہم بڑے حلیم الطبع، نرم خو اور متحمل مزاج تھے۔

مؤرخ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں کہ:

"ایک بار ان کے گورنر کوفہ عبدالحمید بن عبدالرحمان نے ان کو لکھا کہ میرے اجلاس میں ایک شخص کو اس جرم میں پیش کیا گیا ہے کہ وہ آپ کو گالیاں دیتا ہے میں نے اس کی گردن اڑا دینی چاہی تھی لیکن پھر اس خیال سے قید کر دیا ہے کہ آپ سے اس سلسلہ میں آپ کی رائے معلوم کر لوں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جواب میں لکھا کہ اگر تم اس کو قتل کر دیتے تو میں تم سے قصاص لیتا۔ رسول اللہ ﷺ کے سوا اور کسی کو گالی دینے پر کوئی شخص قتل نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے اگر تمہارا جی چاہے تو اس کو گالی دے لو ورنہ رہا کر دو۔"

حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ ان کے حلیم الطبع ہونے کی اس سے زیادہ دلیل کیا ہوسکتی ہے کہ ایک بار خطبہ جمعہ کے دوران ایک شخص نے اٹھ کر کہا کہ :

"میں گواہی دیتا ہوں کہ تم فاسق ہو" یہ سن کر اس کو صرف یہ جواب دیا کہ "تم جھوٹے گواہ ہو میں تمہاری شہادت کو قبول نہیں کرتا۔"

ایک بار رات کو مسجد میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک شخص سو رہا تھا اندھیرے میں آپ نے اس کو دیکھا نہیں تو آپ کے پاؤں سے اس کو ٹھوکر لگ گئی۔ اس شخص نے جھلا کر کہا کیا تم پاگل ہو۔ جواب دیا نہیں۔

غلام ساتھ تھا اس نے اس شخص کی اس گستاخی پر اس کو سزا دینی چاہی تو آپ نے

روک دیا اور کہا کہ اس نے مجھ سے صرف یہ پوچھا تھا کہ تم پاگل ہو تو میں نے جواب دیا کہ نہیں۔

صبر

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بہت زیادہ صابر و شاکر تھے۔ ان کے صبر و تحمل کی مثال اس سے زیادہ کیا پیش کی جا سکتی ہے کہ چند ہی دنوں میں ان کے بھائی سہل بن عبدالعزیزؒ ان کے محبوب بیٹے عبدالملک اور ان کے وفادار غلام مزاحم نے انتقال کیا آپ پر دفعتہً مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ لیکن آپ نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا کسی قسم کی آہ و بکا نہیں کی۔

دیانت

آپ کے فضائل اخلاق میں دیانت کا وصف سب سے زیادہ نمایاں ہے۔ آپ نے بیت المال کی حفاظت میں دیانت کا جو نمونہ پیش کیا اس کی مثال کسی قوم کی تاریخ میں پیش نہیں کی جا سکتی۔ بیت المال سے اپنی ذات کے لیے کوئی معمولی سا فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی۔

رات کو جب خلافت کے کام انجام دیتے تو اس وقت تک سرکاری شمع استعمال کرتے تھے اس کے بعد اس کو گل کر کے اپنی ذاتی شمع استعمال کرتے تھے۔

حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سردیوں میں فجر کی نماز کے لیے گرم پانی سے وضو کرتے تھے ایک دفعہ ان کے غلام نے سرکاری کوئلوں سے گرم کیا ہوا پانی پیش کیا تو آپ نے وضو کرنے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا میرے ذاتی کوئلوں سے پانی گرم کرو۔ چنانچہ غلام نے آپ کے ذاتی کوئلوں سے پانی گرم کیا۔ اور اس کے بعد آپ نے وضو کیا۔

حق گوئی اور بیبا کی

حق گوئی اور بیبا کی کے وصف سے بہت زیادہ متصف تھے خلافت سے پہلے ہمیشہ آپ خلفائے بنو اُمیہ کے زیر اثر رہے۔ لیکن آپ نے ہر موقع پر اپنی آزادی کو برقرار رکھا۔

ولید بن عبدالملک نے ان سے سلیمان بن عبدالملک کی بیعت فسخ کرانی چاہی تو آپ نے صاف انکار کر دیا۔ اور فرمایا:

"اے امیر المومنین! ہم نے ایک ساتھ تم دونوں کی بیعت کی ہے اس لیے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اس کی بیعت فسخ کر دیں۔ اور تمہاری قائم رکھیں۔"

جرأت' حق گوئی اور بیباکی میں ان کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی آپ خلفاء کو بھی اخلاقی نصیحتیں کرتے رہتے تھے۔ اور اس سلسلہ میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے تھے۔ ایک بار آپ نے خلیفہ عبدالملک بن مروان کو خط لکھا کہ:

"تو ایک چرواہا ہے اور ہر چرواہے سے اس کے مویشیوں کے متعلق سوال ہوگا انس بن مالکؓ نے مجھ سے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ خدائے واحد تم سب کو قیامت کے دن جمع کرے گا۔ اور خدا سے زیادہ صادق البیان کون ہو سکتا ہے۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایک بار خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے ساتھ حج کے لیے تشریف لے گئے عسفان کے مقام پر سلیمان بن عبدالملک نے اپنا لاؤ لشکر اور خیمہ گاہ دیکھا تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے کہا کہ تم کو یہ چیزیں کیسی نظر آ رہی ہیں۔ آپ نے جواب دیا:

"معلوم ہوتا ہے دنیا دنیا کو کھا رہی ہے تم سے اس کا سوال اور مؤاخذہ قیامت کے دن کیا جائے گا۔"

وقار

متانت اور سنجیدگی کی وجہ سے شوروغل کو پسند نہیں کرتے تھے اور مذاق سے بھی اجتناب کرتے تھے ابن جوزی لکھتے ہیں کہ:

"ایک بار ان کے خاندان کے لوگ ان کے ہاں جمع ہوئے اور انہوں نے ظرافت آمیز گفتگو شروع کر دی۔ تو ان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ مجلسوں میں قرآن مجید سے متعلق گفتگو کرو۔ ورنہ کم از کم شریفانہ باتیں تو ضرور ہونی چاہئیں۔

رحم دلی

مزاج میں رحم بہت زیادہ تھا ایک بار ایک بدو نے اپنی حاجت کا اظہار بڑے پر درد الفاظ میں کیا۔ تو اس کے الفاظ سن کر رو پڑے۔ اور اس کی حاجت کو پورا کیا۔ یہ رحم صرف انسانوں تک محدود نہ تھا۔ بلکہ جانوروں کو بھی تکلیف دینا گوارا نہیں کرتے تھے ایک بار ان کے غلام نے ان کے خچر سے زیادہ کام لیا تو ناراض ہوئے اور فرمایا اب اس کو تین دن آرام دو۔

شرم وحیا

مزاج میں شرم وحیا بہت زیادہ تھی۔ حمام میں جاتے تھے تو بعض خدام اور بعض بچوں کے سوا اندر کوئی نہیں جا سکتا تھا۔

نصیحت پذیری

سلاطین کو خود بینی پند و نصائح کے قبول کرنے سے باز رکھتی ہے لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اس سے مستثنیٰ تھے۔

اس لیے کہ وہ سمجھتے تھے کہ خلافت کا بوجھ کوئی معمولی بوجھ نہیں ہے اگر اس کو دیانت سے اٹھایا جائے تو تنہا نہیں اٹھایا جا سکتا۔ اس لیے آپ علمائے کرام سے نصیحت کے طالب ہوتے تھے۔

حضرت امام حسن بصری سے وقتاً فوقتاً مشورہ طلب کرتے رہتے تھے۔
جب خلیفہ بنے تھے تو حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر اور محمد بن کعب قرظی کے پاس تشریف لے گئے اور دونوں سے نصیحت کے طالب ہوئے۔

زہد و ورع

خلافت سے پہلے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ شاہانہ زندگی بسر کرتے تھے حافظ ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں:

كان اذا ذاك لايذ كر بكثير عدل و لا زهد

''وہ اس وقت عدل و زہد میں کچھ ایسے مشہور نہ تھے۔''

مدینہ کے گورنر مقرر ہوئے تو ان کا سامان ۳۰ اونٹوں پر مدینہ پہنچا ان کا خود بیان ہے:

''مجھے لباس اور خوشبو اور عیش پرستی کا شوق پیدا ہوا تو میری دانست میں نہ میرے خاندان میں اور نہ دوسرے خاندان میں کوئی شخص اس طرح امیرانہ زندگی بسر کرتا تھا جس طرح کہ میں بسر کرتا تھا۔''

لیکن جب آپ مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو ان کی زندگی میں ایک عظیم انقلاب آ گیا حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ:

''عمر بن عبدالعزیزؒ جب خلیفہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بالکل نئے قالب میں بدل دیا اب وہ عدل و انصاف میں اپنے نانا عمر فاروق کے، زہد میں امام حسن بصری کے اور علم میں امام زہری کے مثل ہو گئے۔''

علامہ ابن سعد لکھتے ہیں

''حقیقت یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جس وقت بادشاہ نہ تھے اس وقت سب سے بڑے بادشاہ تھے اور جب تاج خلافت سر پر رکھا تو بالکل راہب ہو گئے۔ خدم و حشم، عطر و لباس اور دوسرے سامان آرائش کو ۲۱ ہزار

دینار پر فروخت کر کے اللہ کی راہ میں دے دیا۔"

لباس

ان کا لباس معمولی کپڑوں کا ہوتا تھا۔ اور ان کی قمیص میں اکثر پیوند لگے ہوتے تھے۔

غذا

ان کی غذا بہت معمولی اور سادہ ہوتی تھی ایک بار صبح گھر سے دیر سے نکلے لوگوں نے آپ کے دیر سے نکلنے کی وجہ دریافت کی۔ تو معذرت کے ساتھ کہا کہ رات کو مسور اور چنے کی دال کھائی تھی۔ جس سے نفخ ہوگیا۔ تو اس پر ایک شخص نے آپ سے کہا:

امیر المومنین اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے:

فکلوا من طیبات مارزقنا کم

"ہم نے تم کو جو کچھ دیا ہے ان میں سے بہتر چیزیں کھاؤ۔"

آپ نے جواب فرمایا:

"آپ نے اس آیت کا الٹا معنی لیا ہے اس سے مراد وہ مال ہے جو کسب حلال سے حاصل کیا جائے لذیذ کھانا مراد نہیں ہے۔"

مکان

قصر و محل لازمۂ امارت ہے لیکن انھوں نے پوری زندگی ذاتی حیثیت سے کوئی عمارت تعمیر نہیں فرمائی۔ ایک معمولی مکان تھا جس میں اپنی زندگی بسر کردی۔ اور گھر میں کسی قسم کا ساز و سامان نہیں تھا۔

امام ابو محمد عبداللہ بن عبدالحکم لکھتے ہیں کہ:

"ایک عورت عراق سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس آئی تو وہ آپ کے گھر چلی گئی۔ وہاں جا کر دیکھا کہ گھر میں کسی قسم کا ساز و سامان نہیں ہے وہ

عورت کہنے لگی۔ کہ میں اس ویران گھر سے اپنا گھر آباد کرنے آئی ہوں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی زوجہ محترمہ فاطمہ بنت عبدالملک نے کہا کہ تم ہی جیسے لوگوں کی گھر کی آبادی نے اس گھر کو ویران کر رکھا ہے۔ اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ تشریف لائے۔ اور اس عورت نے اپنی پانچ لڑکیوں کی ناداری بیان کی تو آپ نے ان میں سے چار کا وظیفہ مقرر کر دیا۔"

اہل و عیال

بیوی سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ ان کی زوجہ محترمہ فاطمہ بنت عبدالملک کا بیان ہے کہ خلیفہ ہونے کے بعد ان کو کبھی غسل جنابت کی ضرورت نہیں ہوئی میں نے ایک بار ایک عالم سے کہلا بھیجا کہ امیر المومنین جو کچھ کر رہے ہیں یہ جائز نہیں ہے وہ بیوی سے بالکل تعلق نہیں رکھتے۔

عالم نے امیرالمومنین عمر بن عبدالعزیزؒ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ:

"جس کی گردن پر تمام اُمت محمدیہ کا بوجھ ہو اور قیامت کے دن اس کا مؤاخذہ کیا جائے۔ وہ کیوں کر ان تعلقات کو قائم رکھ سکتا ہے۔"

ان کے پاس کنیزیں تھیں۔ آپ نے ان کو اختیار دے دیا تھا کہ جس کا جی چاہے آزاد ہو جائے اور جو رہنا چاہیں رہ جائیں لیکن ان کو ان سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

توکل

توکل اور اعتماد الی اللہ نے ان کو تمام خطرات سے بے پرواہ کر دیا تھا جس زمانہ سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا اس زمانہ سے خلفاء کی حفاظت کا بڑا اہتمام رہتا تھا۔ اور سینکڑوں آدمیوں پر مشتمل حفاظتی دستہ مقرر تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اگرچہ کلیۃً ان پہرہ داروں کو معزول نہیں کیا تاہم ان سے صاف صاف کہہ دیا کہ میں تم سے بالکل بے نیاز ہوں۔ تقدیر الٰہی میری

حفاظت کے لیے کافی ہے۔ تم میں جس کا جی چاہے رہے اور جس کا جی چاہے چلا جائے۔

پاس خاندان

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اگرچہ مذہبی حیثیت سے اپنے خاندان کے آئین جہانبانی کو ناپسند کرتے تھے۔ تاہم ان کو اپنے خاندان کی عزت و حرمت کا کچھ نہ کچھ پاس تھا۔

علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ:

"ایک بار ایک شخص نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کی تو آپ نے اس کو تین کوڑے مارے اور تمام زمانہ خلافت میں صرف یہی تین کوڑے تھے جو انہوں نے اپنے ہاتھ سے مارے اعزہ و اقارب سے بھی نہایت محبت رکھتے تھے۔"

دشمنوں سے نیک برتاؤ

دشمنوں کے ساتھ نرمی کرنا صرف ان لوگوں کا کام ہے جو انتہا درجہ کے شریف ہوں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا۔ جو دشمنوں سے نیک برتاؤ کرتے تھے۔ اسلام میں خوارج کا فرقہ ہمیشہ سے خلفاء کا دشمن رہا ہے لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان سے ہمیشہ نیک برتاؤ کیا۔

خارجیوں کے ساتھ معرکہ کارزار پیش آیا تو آپ نے اپنی فوج کو ہدایت کی کہ:

"عورت' بچے' قیدی قتل نہ کیے جائیں۔ زخمیوں کا تعاقب نہ کیا جائے۔ جو مال غنیمت ہاتھ آئے۔ وہ انہی کے اہل و عیال کو واپس دے دیا جائے۔ قیدی اس وقت تک قید رکھے جائیں جب تک کہ وہ راہ راست پر نہ آ جائیں۔"

حافظ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ:

''حجاج بن یوسف ثقفی ان کے ہاں اس قدر مبغوض تھا کہ آپ نے اس کے تمام خاندان کو جلا وطن کر دیا تھا اور اپنے تمام گورنروں کو ہدایت کی تھی کہ اس کی روش اختیار نہ کی جائے۔

ایک دفعہ ان کے سامنے ریاح بن عبیدہ نے حجاج کو گالی دی۔ تو آپ نے اس کو روکا۔ اور فرمایا۔ اے ریاح جب مظلوم ظالم کو خوب برا کہہ کر اپنا بدلہ لے لیتا ہے تو ظالم کو اس پر فضیلت حاصل ہو جاتی ہے''

اہل حاجت کی امداد

غرباء مساکین' فقراء اور اہل حاجت کی اعانت کرتے تھے اور حتی الوسع ان کی حاجت پوری کرتے تھے۔

ایک بار ان کی خدمت میں ایک چور پیش کیا گیا تو اس نے اپنی احتیاج کا عذر پیش کیا انہوں نے اس کا عذر قبول کیا۔ اور اس کو دس درہم دیئے امام ابن عبدالحکم لکھتے ہیں کہ:

''ایک بار مصر سے ڈاکیہ چلا تو ایک شخص کی کنیز نے اس کو خط دیا کہ میرا یہ خط امیر المومنین عمر بن عبدالعزیزؒ کو پہنچا دینا۔ جب آپ کو خط ملا تو اس میں کنیز نے لکھا تھا کہ میرے گھر کی دیوار اس قدر پست ہے کہ لوگ اس کو پھاند کر اس کی مرغیاں چرا لیتے ہیں اس لیے میری دیوار اونچی بنائی جائے آپ نے اسی وقت گورنر شرجیل کو لکھا۔ کہ میرا خط ملتے ہی فوراً دیوار اونچی کر دو۔ اور اس کے ساتھ اس کنیز کو بھی اس کی اطلاع دی۔''

عیادت و عزاداری

اگر چہ امراء و سلاطین بہت کم اپنے گھروں سے باہر قدم نکالتے ہیں لیکن عمر بن عبدالعزیزؒ دوست دشمن کی عیادت کرتے تھے جنازہ میں شرکت کرتے تھے اور تعزیت کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔

ہر دلعزیزی

حدیث نبوی ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

''اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل سے کہتا ہے کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر اس لیے جبرائیل اس سے محبت کرتے ہیں پھر آسمان میں رہنے والوں میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت رکھتا ہے تم لوگ بھی اس سے محبت کرو۔ اس لیے آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں مقبول عام بنا دیتا ہے۔''

(مسلم۔ مشکوۃ مترجم ج۴ ص ۱۳۷)

مقبولیت اور ہر دلعزیزی کا یہ سب سے بڑا درجہ ہے اور محاسن اخلاق کی بدولت حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو یہی درجہ حاصل تھا۔



نوٹ: اس باب کی تیاری میں سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ ابن جوزی، سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ ابن عبدالحکمؒ تذکرہ الحفاظ حافظ ذہبی، علامہ محمد بن سعد کی طبقات ابن سعد سے استفادہ کیا گیا ہے۔ (عراقی)

باب : ۱۲

سیاست و حکومت

مولانا عبدالسلام ندویؒ سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ میں لکھتے ہیں کہ:

''انسان میں مختلف قابلیتیں بہت کم جمع ہوتی ہیں جو لوگ دماغی اور عقلی حیثیت سے ممتاز ہوتے ہیں ان میں اخلاقی اوصاف بہت کم پائے جاتے ہیں جو لوگ مذہبی اعمال میں اپنی زندگی صرف کرتے ہیں وہ دنیا کے اور کام اچھی طرح انجام نہیں دے سکتے۔ اور جو لوگ ملکی و سیاسی کاموں کو نہایت سرگرمی سے انجام دیتے ہیں ان کے ہاتھ سے مذہب اور اخلاق کا سررشتہ بالکل چھوٹ جاتا ہے لیکن قدرت کا کوئی کلیہ استثنا سے خالی نہیں ہے اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اس استثنا کی ایک عمدہ مثال ہیں۔''

فرائض خلافت

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جس طرح مذہبی اعمال انجام دیتے تھے۔ اسی شوق و شغف سے خلافت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے آپ نے ایک شیڈول مرتب کیا ہوا تھا اس شیڈول کے تحت وہ تمام امور سرانجام دیتے تھے۔ اور اس شیڈول میں کسی قسم کا رد و بدل نہیں کرتے تھے۔

دن کو رعایا کے معاملات اور مقدمات کے فیصلہ میں مشغول رہتے۔ عشا کی نماز کے بعد شمع کی روشنی میں کام شروع ہوجاتا اور اس کے لیے جتنا وقت مقرر کیا تھا اس

وقت تک کام کرتے تھے اس کے بعد ان کا شیڈول یہ تھا کہ وہ صائب الرائے حضرات سے امور خلافت کے سلسلہ میں صلاح اور مشورہ کرتے تھے۔ اور اس کے لیے جو وقت مقرر کر رکھا تھا اس پر اس کام کو ختم کر کے عبادت و ذکر اذکار میں وقت گزارتے اور کچھ وقت آرام فرماتے۔ ایک دن ان کے مشیر خاص رجاء بن حیاۃ نے ان سے کہا کہ آپ کام بہت زیادہ کرتے ہیں آرام کم کرتے ہیں اور جو وقت آپ لوگوں سے مجلس میں گزارتے ہیں اس وقت کو اپنے آرام کے وقت میں شامل کرلیں تو آپ کے لیے بہتر رہے گا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا۔ اے رجاء بن حیاۃ کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ:

"لوگوں کی ملاقات سے عقل بارآور ہوتی ہے اور مشورہ و مناظرہ رحمت کا دروازہ اور برکت کی کنجی ہے۔ جن کی وجہ سے کوئی رائے گمراہ نہیں ہوتی۔"

آپ فرمایا کرتے تھے کہ روز کا کام روز ہی کرنا چاہیئے۔ دو دن کا کام ایک روز میں کیوں کر پورا ہوسکتا ہے۔

طرز جہانبانی

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا طرز جہانبانی تمام خلفائے بنو اُمیہ کے دور حکومت سے ممتاز تھا اور کن وجوہات کی بنا پر ممتاز تھا۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

① خلافت اسلامیہ کی بنیاد صرف کتاب و سنت پر قائم ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور سے پہلے یہ بنیاد متزلزل ہوچکی تھی آپ نے اس بنیاد کو دوبارہ مستحکم کیا اور اس کی عمر بھر حفاظت کی ان کی زندگی کا مشن یہی تھا کہ حکومت کا نظام کتاب و سنت کی روشنی میں چلایا جائے اور تمام مسلمان اپنی زندگی کتاب و سنت کی روشنی میں بسر کریں۔ مورخ ابن سعد نے لکھا ہے کہ ایک بار آپ حج کے لیے تشریف لے گئے اور وہاں آپ نے خطبہ دیا۔ اور اس خطبہ میں آپ نے عام اعلان کیا کہ:

"جو عامل کتاب وسنت پر عمل نہ کرے اس کی اطاعت فرض نہیں ہے۔"

قاضی ابوبکر بن حزم گورنر مدینہ کا قول ہے کہ:

"میرے نام حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا جو خط آتا تھا اس میں سنت کے زندہ کرنے اور بدعت کو مردہ کرنے کا حکم لازمی طور پر ہوتا تھا۔"

ابن سعد نے آپ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے:

"اگر اللہ تعالیٰ میرے گوشت کے ٹکڑوں کے ذریعہ سے ہر بدعت کو مردہ اور ہر سنت کو زندہ کرے۔ یہاں تک کہ آخر میں میری جان پر بن جائے تو یہ اللہ کے معاملہ میں نہایت آسان کام ہوگا۔"

اور فرمایا کرتے تھے کہ:

"اگر میں سنت کو زندہ نہ کرسکوں یا شاہراہ حق پر نہ چل سکوں تو ایک گھڑی بھی زندہ رہنا پسند نہیں کروں گا۔"

(طبقات ابن سعد)

خلفائے راشدین کے دور خلافت میں سب سے زیادہ سنہری دور خلیفہ ثانی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے سیاسی میدان میں قدم رکھا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہی نقش قدم کو مشعل راہ بنایا۔ اور اس سلسلہ میں آپ نے حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر کو ایک خط لکھا۔ جس کے الفاظ حافظ ابن جوزی نے اس طرح نقل کیے ہیں:

"میں چاہتا ہوں کہ رعایا کے معاملے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روش اختیار کروں۔ بشرطیکہ یہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہو اور میں اس پر قادر ہوں آپ میرے پاس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تحریریں اور ان کے فیصلے جو انہوں نے مسلمانوں اور ذمیوں کے متعلق کیے ہیں بھیج دیجیے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تو میں ان کے نقش قدم پر چلوں گا۔"

(سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۲۷)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنا نظام حکومت اسی بنیاد پر قائم کیا۔ جس پر خلفائے راشدین کا تھا۔ اور اس سلسلہ میں آپ نے ان مشکلات کی بالکل پرواہ نہ کی جو اس نظام کے چلانے میں حائل تھیں۔ اس بنا پر بعض محدثین نے ان کو اسی سلسلہ کی ایک کڑی قرار دیا ہے۔

چنانچہ امام سفیان کا قول ہے کہ:

"خلفاء پانچ ہیں ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ اور عمر بن عبدالعزیزؒ رضی اللہ عنہم۔"

(۲) ان کی خلافت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ انہوں نے جمہوریت کی روح کو دوبارہ زندہ کیا جو مردہ ہو چکی تھی۔ ان کی طبیعت ابتدا ہی سے جمہوریت پسند واقع ہوئی تھی جب خلیفہ ولید نے ان کو مدینہ منورہ کا گورنر مقرر کیا۔ اور آپ مدینہ تشریف لائے تو آتے ہی آپ نے علمائے مدینہ عروہ بن زبیرؒ، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہؒ، سالم بن عبداللہ بن عمرؒ، عبداللہ بن عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عامر بن ربیعہ، ابوبکر بن عبدالرحمان بن حارثؒ، ابوبکر سلیمان بن ابی خثمہؒ، قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ اور خارجہ بن زید بن ثابت کو طلب کیا۔ اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ :

"میں نے آپ لوگوں کو اس لیے بلایا ہے کہ آپ سے کام کے لیے مشورہ طلب کروں آپ مجھ کو مشورہ دیں اور میں آپ کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کروں گا آپ مجھے اچھا مشورہ دیں گے تو اس پر آپ لوگوں کو ثواب ملے گا۔"

ان تمام علمائے کرام نے آپ کو جزائے خیر کی دعا دی۔ جب آپ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ تو آپ نے چند صائب الرائے احباب کو اپنا ندیم خاص مقرر کیا جو ان کو ملکی معاملات میں مشورہ دیتے تھے۔

مؤرخ ابن سعد نے طبقات میں اس کی تصریح کی ہے کہ:

"حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے چند مصاحب تھے جو رعایا کے معاملات میں غور کیا کرتے تھے۔"

③ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور حکومت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان کے ہاں علمائے اسلام کا بہت رسوخ تھا آپ علمائے کرام سے مشورہ لیتے تھے۔ علمائے کرام سے صحبت رکھتے تھے۔ جو ان کو ہمیشہ شرعی امور میں کتاب وسنت کی پیروی کی تلقین کرتے رہتے تھے۔

(طبقات ابن سعد)

صوبوں کے گورنر

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے دور حکومت میں ان لوگوں کو صوبوں کا گورنر مقرر کیا جو آپ کے نزدیک دیانت دار' رحم دل' متبع سنت' خوش اخلاق' حلیم الطبع' صاحب فہم وبصیرت' اور مذہب اسلام سے واقف' امین' اور اخلاق وعادات کے اعتبار سے اعلیٰ ہوتے تھے' عمال کے تقرر میں آپ کے مندرجہ ذیل اصول تھے:

1. آپ نے کسی ایسے شخص کو عامل مقرر نہیں کیا۔ جو آپ کا قرابت دار اور رشتہ دار تھا۔
2. آپ نے کسی ایسے شخص کو عامل مقرر نہیں کیا جس نے خود عہدہ لینے کی خواہش کی ہو۔
3. آپ نے اس شخص کو عامل مقرر کیا جو قرآن وحدیث کا عالم ہوتا تھا۔
4. آپ نے اس شخص کو عامل مقرر کیا جو سب سے زیادہ امین ہوتا تھا۔

آپ جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ نے درج ذیل اصحاب کو گورنر مقرر کیا۔

۱ ابوبکر بن محمد بن حزم

سلیمان بن عبدالملک نے ان کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا تھا۔آپ نے بھی ان کو اسی

عہدے پر قائم رکھا۔ ان کو تبدیل نہیں کیا۔ اس لیے کہ ابوبکر بن محمد بن حزم ایک جلیل القدر عالم اور محدث تھے۔

۲ عبدالحمید بن عبدالرحمان بن زید بن خطاب

ان کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔

۳ عدی بن ارطاۃ

ان کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا۔

۴ عروہ بن محمد بن عطیہ السعدی

ان کو یمن کا گورنر مقرر کیا۔

۵ عدی بن عدی الکندی

ان کو جزیرہ کا گورنر مقرر کیا۔

۶ اسمٰعیل بن عبیداللہ بن ابی المہاجر

ان کو افریقہ کا گورنر مقرر کیا۔

۷ محمد بن سوید الفہری

ان کو دمشق کا گورنر مقرر کیا۔

۸ جراح بن عبداللہ الحکمی

ان کو خراسان کا گورنر مقرر کیا۔

آپ نے تمام گورنروں کو یہ تاکیدی حکم بھیجا تھا کہ عدل و انصاف سے حکومت کرنا ظلم و جور سے اجتناب کرنا۔ کسی پر زیادتی نہ کرنا۔ کسی کے مال پر ناحق قبضہ نہ کرنا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے صرف ان ہدایات پر قناعت نہ کی۔ بلکہ مناسب طریقے سے وہ گورنروں کے طرز عمل کی تحقیقات بھی کرتے رہتے تھے۔ کہ وہ جادۂ

اعتدال سے ہٹنے نہ پائیں۔

ذمیوں کے حقوق

ذمیوں کے حقوق کے بارے میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے گورنروں کے نام یہ احکامات جاری کیے۔

① ان کے جان و مال کی پوری طرح حفاظت کی جائے اور اس طرح کی جائے جس طرح مسلمانوں کے جان و مال کی حفاظت کی جاسکتی ہے۔

② ان کی مذہبی عمارتوں کی اس طرح حفاظت کی جائے جس طرح مسلمانوں کی مذہبی عمارتوں کی حفاظت کی جاتی ہے اور ان کے مذہب میں کس قسم کی دست اندازی نہ کی جائے۔

③ جزیہ کی وصولی کے سلسلہ میں ان پر کسی قسم کی ظلم و زیادتی نہ کی جائے بلکہ ان سے نرمی برتی جائے۔

④ عام حقوق میں ان پر مسلمانوں کو کسی قسم کا تفوق و امتیاز حاصل نہ ہو بلکہ وہ مسلمانوں کے مساوی قرار دیے جائیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جس طرح ان تمام چیزوں کی نگہداشت کی۔ اس کی نظیر خلافتِ راشدہ کے سوا اور خلفاء کے دور میں بمشکل مل سکتی ہے۔

حافظ ابن جوزی سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ میں لکھتے ہیں کہ:

''جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اموال مغصوبہ کی واپسی شروع کی تو حمص کے ایک بوڑھے ذمی نے کھڑے ہو کر کہا۔

اے امیر المومنین عباس بن ولید بن عبدالملک نے میری زمین پر غاصبانہ قبضہ کر لیا ہے عباس بھی وہاں موجود تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے عباس سے مخاطب ہو کر فرمایا تم کیا جواب دیتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ اس زمین کو ولید نے مجھے جاگیر میں دیا ہے اور میرے پاس اس کی سند بھی ہے۔ اب

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ذمی کی طرف مخاطب ہوئے' اس نے کہا' میں آپ سے کتاب اللہ کے موافق فیصلہ چاہتا ہوں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا:

''اللہ کی کتاب ولید کی سند پر مقدم ہے عباس تم اس کو چھوڑ دو' چنانچہ عباس نے وہ زمین ذمی کے حوالے کر دی۔''

اقامت عدل

عدل و انصاف میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو جو شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی ارباب سیر اور تذکرہ نگار جب کسی بادشاہ کے عدل و انصاف کا ذکر کرتے ہیں تو مبالغہ آمیز الفاظ میں یہ کہتے ہیں کہ:

اس کے زمانہ میں بھیڑیا اور بکری ایک گھاٹ میں پانی پیتے تھے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے میں اس مبالغہ نے واقعہ کی صورت اختیار کر لی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد خلافت سے پہلے

1. رعایا کے مال و جائیداد پر غاصبانہ قبضہ کر لیا گیا تھا۔
2. بنو ہاشم کے تمام حقوق پامال کر دیئے گئے تھے۔
3. ظالم اور سفاک گورنر مقرر کیے گئے تھے۔
4. محض ظن و تشکیک پر رعایا کو سزائیں دی جاتی تھیں اور عورتوں کو مردوں کے بدلہ میں گرفتار کر لیا جاتا تھا۔
5. رعایا کو اجرت دیے بغیر بیگار کی خدمت لی جاتی تھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو ان مظالم کی طرف توجہ کی اور عدل و انصاف کا جھنڈا بلند کیا۔

مولانا عبدالسلام ندوی تاریخ یعقوبی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

''حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے خاندان کا نظام عمل الٹ دیا۔ اور ان کا

نام مظالم رکھا۔ اور اپنے تمام عمال کو لکھا کہ لوگ احکام الٰہی میں ان بدترین عہدہ داروں کی وجہ سے جنہوں نے بہت کم انصاف' نرمی اور احسان کا ارادہ کیا۔ مصیبت' سختی' اور ظلم میں مبتلا ہو گئے اور انہوں نے برے دستور قائم کیے۔"

چنانچہ آپ نے سب سے پہلے۔

(۱) اموال مغصوبہ کو واپس کیا جس کی تفصیل آپ باب نمبر (۳) میں پڑھ آئے ہیں۔

(۲) بنو ہاشم کے حقوق کی پامالی کا آغاز حضرت امیر معاویہ کے دور میں ہو چکا تھا۔ باغ فدک جو رسول اللہ ﷺ کا خاصہ تھا اور جس سے آپ ﷺ بنو ہاشم کی اعانت کرتے تھے اس کو مروان بن الحکم نے اپنی ذاتی جاگیر بنا لیا تھا' حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس کی آمدنی کی تقسیم کے طریقۂ کار کو عہد نبوت اور خلافت راشدہ کے مطابق کر دیا۔

(۳) عبدالملک' ولید اور سلیمان کے عہد خلافت میں کئی عمال ظلم و ستم میں بہت زیادہ مشہور تھے اور رعایا پر بے انتہا ظلم کرتے تھے ظلم و ستم میں حجاج بن یوسف نمبر اول تھا حجاج کا قہر ضرب المثل ہو گیا تھا۔ یزید بن معاویہ کے بعد اموی سلطنت کی بنیادیں ہل گئی تھیں۔ وہ حجاج ہی تھا۔ جس نے اپنی بے پناہ تلوار سے اور بے روک سفاکی سے از سر نو اس کی گرتی ہوئی عمارت کو مستحکم کر دیا تھا عبدالملک اور ولید کے عہد حکومت میں حجاج سب سے زیادہ مقبول بارگاہ تھا سلیمان بن عبدالملک نے حجاج کے تمام مقرر کردہ عمال کو معزول کر دیا تھا جس سے اس کے جبارانہ اقتدار کو ٹھیس پہنچی۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اس کو بدترین خلائق سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ:

"اگر قیامت کے دن دنیا کی تمام قومیں خباثت میں مقابلہ کریں اور ہر قوم

اپنے اپنے خبیث کو مقابلہ میں لائے تو ہم حجاج کو پیش کر کے تمام دنیا پر غالب ہو جائیں گے۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حجاج کے ظلم وستم کی جو یادگاریں تھیں ان سب کا خاتمہ کر دیا اور اس کے تمام خاندان کو یمن کی طرف جلا وطن کر دیا۔ اور گورنر یمن کو لکھا کہ میں تمہارے پاس آل ابو عقیل کو بھیجتا ہوں عرب میں یہ بدترین خاندان ہے۔ ان کو اپنی حکومت میں مختلف جگہوں پر منتشر کر دو۔

اس کے علاوہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یہ قدم بھی اٹھایا کہ: "حجاج کے قبیلہ کے جو لوگ ان کی ماتحتی میں کرتے تھے ان سب کو برطرف کر دیا۔"

④ محض سوء ظن کی بنا پر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے پہلے خلفاء لوگوں کو سزائیں دیتے تھے اور یہ سب سے بڑا ظلم تھا۔ ولید اس جرم میں بہت زیادہ تھا اس نے کئی لوگوں کو محض سوء ظن کی بنا پر سزائیں دیں۔ اور سینکڑوں آدمی تہ تیغ کر دیئے گئے تھے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس کو یکسر موقوف کر دیا۔

⑤ بیگاری کا جو طریقہ تھا اس کا نہایت سختی سے انسداد کیا۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا ایک افسران کی خدمت میں بیگار کی سواری میں آیا تو اس پر سخت ناراض ہوئے اور اس سے کہا کہ میری حکومت میں تم لوگ بیگاری پکڑتے ہو اور اس کو چالیس کوڑے لگوائے۔

رعایا کی خوشحالی

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دور حکومت دنیا کے کل بادشاہوں سے مختلف تھا اس لیے ان کے مختصر دور حکومت میں رعایا بہت خوشحال تھی۔

آنحضرت ﷺ نے ایک پیشین گوئی فرمائی تھی۔

آپ ﷺ نے عدی بن حاتم طائی سے جب وہ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے فرمایا تھا۔

عدی کیا تم نے حیرہ دیکھا ہے عدی نے کہا دیکھا نہیں ہے لیکن اس کا نام سنا ہے
آپ ﷺ نے فرمایا:

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ایک دن اللہ اسلام کو تکمیل کے درجہ تک پہنچائے گا۔ اور (اس کی برکت سے) ایک تنہا عورت بلا کسی حفاظت کے حیرہ سے آ کر کعبہ کا طواف کرے گی اور اس کو اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا۔ اور کسریٰ بن ہرمز کا خزانہ فتح ہوگا۔''

عدی نے استعجاباً پوچھا۔

کسریٰ بن ہرمز

فرمایا۔ ہاں کسریٰ بن ہرمز

اور مال کی اتنی فروانی ہوگی کہ لوگوں کو دیا جائے گا اور وہ لینے سے انکار کریں گے۔

اس گفتگو کے بعد عدی بن حاتم آنحضرت ﷺ کے دست حق پرست پر مسلمان ہو گئے۔ (مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۵۷)

عدی بن حاتم کی زندگی میں پہلی دو پیشین گوئیاں پوری ہوگئیں۔ لیکن تیسری پیشین گوئی ان کے سامنے پوری نہیں ہوئی۔

اس پیشین گوئی کے بارے میں علمائے اسلام میں اختلاف ہے بعض علمائے اسلام کا مؤقف یہ ہے کہ یہ پیشین گوئی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں پوری ہوگئی حافظ ابن حجر کا موقف بھی یہی ہے کہ یہ پیشین گوئی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانہ میں پوری ہوگئی۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے عدی بن حاتم سے فرمایا تھا:

لئن طالت بك حياة

''اگر تم کچھ دنوں زندہ رہے۔''

اور وہ نزول عیسیٰ کے زمانے تک کسی طرح زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۴۵۱)

تاریخی واقعات اس کے شاہد ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ڈھائی سالہ عہد حکومت میں کوئی شخص صدقہ و خیرات وصول کرنے والا نظر نہیں آتا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے سب لوگوں کو دولت مند بنا دیا تھا۔

آپ نے بیت المال کا دروازہ سب لوگوں کے لیے کھول دیا تھا کہ وہ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اپاہجوں اور نادار لوگوں کے وظائف مقرر کیے۔ ملک میں جتنے مسلمان بچے تھے ان کے وظائف مقرر کیے۔

غربا اور مساکین و فقراء کو نقد وظیفہ بھی ملتا تھا اور اس کے ساتھ ایک لنگر خانہ بھی قائم تھا جس سے فقراء و مساکین کو کھانا بھی مہیا ہوتا تھا۔

وہ لوگ جو جیلوں میں بند تھے ان کے بھی وظائف مقرر کیے۔

اس لیے جمہور علمائے اسلام کا موقف یہ ہے کہ یہ پیشین گوئی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد حکومت میں پوری ہوگئی۔

نظام حکومت کا انقلاب

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے بعد یزید بن عبدالملک تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ اس کا دور حکومت ۱۰۱ھ تا ۱۰۵ھ ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جو عادلانہ نظام حکومت قائم کیا تھا اس کو صرف ۴۰ دن تک قائم رکھا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کی جاری کردہ اصلاحات کو ختم کر دیا۔ اور بنوامیہ کا قدیم نظام دوبارہ رائج کر دیا۔

علامہ بلاذری کے مطابق یزید بن عبدالملک نے جو اقدامات کیے۔ اس کی تفصیل یہ ہے:

① حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے مقرر کردہ متدین عمال کو موقوف کر دیا۔

② نوروز مہرجان کے تحفے اور بیگار کی رسم جن کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یکسر ختم کر دیا تھا ان کو دوبارہ قائم کیا۔

③ فدک پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔

④ دمشق کا ایک گرجا جو بنی نصر کی جاگیر میں آ گیا تھا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یہ گرجا نصاریٰ کو واپس کر دیا تھا۔ لیکن یزید نے دوبارہ اس کو نصاریٰ سے لے کر بنی نصر کے حوالہ کر دیا۔

⑤ حجاج کے بھائی محمد بن یوسف نے اہل یمن پر جو خراج لگایا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس کو عشر میں تبدیل کر دیا تھا لیکن یزید نے اس کو دوبارہ قائم کر دیا۔

⑥ حجاج اہل نجران سے جزیہ میں (۸۰۰) منقش کپڑے لیتا تھا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان کے ساتھ تخفیف و رعایت کی اور (۲۰۰) کپڑوں کی تعداد مقرر کر دی لیکن یوسف بن عمر یزید بن عبدالملک کے زمانہ میں عراق کا والی بنا تو اس نے پھر حجاج کا قدیم طریقہ رائج کر دیا۔

⑦ دریائے فرات کے قریب نومسلموں کی جو زمینیں تھیں یا غیر قوموں کی جن زمینوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تھا حجاج نے ان کو خراجی قرار دے دیا تھا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان کو عشری قرار دے دیا تھا۔ لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے بعد ان زمینوں کو دوبارہ خراجی قرار دے دیا گیا۔

⑧ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے عہد خلافت میں لوگوں کو قدریہ مذہب قبول کرنے سے سختی سے روکا تھا لیکن یزید بن عبدالملک نے اس مذہب کی عام دعوت دی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جو نظام حکومت قائم کیا تھا۔ یزید بن عبدالملک نے ۴۰ دن میں ختم کر دیا۔ اور دنیا نے صرف ڈھائی برس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے طرز حکومت سے فائدہ اٹھایا۔



باب : ۱۳

علالت اور وفات

خلفائے بنو اُمیہ نے غاصبانہ طور پر مسلمانوں کی جائیدادوں پر قبضہ کر لیا تھا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جب خلیفہ ہوئے تو آپ نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ آپ نے وہ تمام جاگیریں اور جائیدادیں جن پر غاصبانہ قبضہ تھا۔ ان کے اصل مالکوں کو واپس کر دیں ان کے اس اقدام سے آپ کے خاندان کے لوگ آپ سے ناراض ہوگئے اور یہ منصوبہ بنانے لگے کہ ان سے کس طرح چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ چنانچہ آپ کے خاندان والوں نے ایک غلام کے ذریعہ آپ کو زہر دلوایا جس سے آپ علیل ہوگئے آپ کو بیماری کے دوران معلوم ہوگیا کہ فلاں غلام نے مجھے زہر دیا ہے چنانچہ آپ نے اس غلام کو بلایا اس سے کہا کہ:

"تم کو کس چیز نے مجھے زہر دینے پر آمادہ کیا۔"

غلام نے جواب دیا۔

"مجھے ہزار دینار دے کر آزاد کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا۔"

آپ نے غلام سے کہا کہ جاؤ وہ دینار لاؤ۔ چنانچہ غلام نے دینار کو لا کر آپ کے سامنے رکھ دیئے آپ نے ان دیناروں کو بیت المال میں داخل کرنے کا حکم دیا اور غلام سے فرمایا کہ:

"تو یہاں سے اس طرح بھاگ جا کہ کوئی پھر تمہیں یہاں نہ دیکھے اور پھر

یہاں لوٹ کر نہ آنا۔"

(تاریخ الخلفاء ص ۳۵۰)

طبیب نے علاج کرانے کا مشورہ دیا لیکن آپ نے اس کے مشورہ کو قبول نہ کیا۔ اور فرمایا۔

"اگر مجھے یقین ہو جاتا کہ میرے کان کی لو کے پاس شفا ہے تو بھی میں ہاتھ نہ بڑھاتا۔"

جب زندگی سے مایوسی نظر آنے لگی تو اپنے جانشین یزید بن عبدالملک کے نام ایک وصیت نامہ لکھا جس کے الفاظ یہ ہیں۔

میں تم کو وصیت نامہ اس حالت میں لکھ رہا ہوں کہ مرض سے لاغر ہو گیا ہوں تم کو معلوم ہے کہ امور خلافت کے متعلق مجھ سے سوال کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ مجھ سے اس کا حساب لے گا۔

اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔

﴿فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِم بِعِلْمٍ وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ﴾ (الاعراف۔ ۷)

"پھر ہم چونکہ پوری خبر رکھتے ہیں ان کے روبرو بیان کر دیں گے۔ اور ہم کچھ بے خبر نہ تھے۔"

"اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو گیا تو میں کامیاب ہوا اور ایک طویل عذاب سے نجات پائی اور اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہوا تو افسوس ہے میرے انجام پر اس اللہ کے سوا اور کوئی اللہ نہیں دعا کرتا ہوں کہ مجھے اپنی رحمت سے دوزخ سے نجات دے اور اپنی رضا مندی سے جنت عطا کرے۔ تم کو تقویٰ اختیار کرنا چاہیے اور رعایا کا خیال رکھنا چاہیے کیونکہ میرے بعد تم بھی تھوڑے ہی دن زندہ رہو گے تم کو اس سے بچنا چاہیے کہ تم سے غفلت میں ایسی لغزش سرزد نہ ہو جائے جس کی تلافی نہ کر سکو۔

سلیمان بن عبدالملک اللہ کا ایک بندہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے وفات دی۔ اور

اس نے مجھ کو خلیفہ بنایا۔ اور میرے بعد تم کو ولی عہد مقرر کیا میں جس حالت میں تھا اگر وہ اس لیے ہوتی کہ میں بہت سی بیویوں کا انتخاب کروں اور مال و دولت جمع کروں۔ تو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس سے بہتر مال دیئے تھے جو کسی بندے کو دے سکتا تھا لیکن میں سخت اور نازک سوال سے ڈرتا ہوں بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ میری دستگیری فرمائے۔"

(تابعین ص ۳۴۹-۳۵۰)

آپ کے اہل و عیال کے بارے میں آپ سے مسلمہ نے کہا:

"امیر المومنین آپ نے ہمیشہ اپنی اولاد کا منہ اس مال و دولت سے خشک رکھا اور ان کو ایسی حالت میں چھوڑ کر جا رہے ہیں کہ ان کے پاس کچھ نہیں ہے کاش آپ ان کے لیے کچھ چھوڑ جاتے۔"

مسلمہ کی زبان سے یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ:

"اولاد کے معاملہ میں میرا وصی اور میرا ولی صرف اللہ ہے اور وہی صلحاء کا ولی ہوتا ہے میرے لڑکے اگر اللہ تعالیٰ سے ڈریں گے تو اللہ ان کے لیے کوئی صورت نکال دے گا اور اگر وہ مبتلائے گناہ ہوں گے تو میں ان کو معصیت کے لیے طاقتور نہ بناؤں گا۔"

اس کے بعد اپنے لڑکوں کو بلایا اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا "تمہارے باپ کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار تھا ایک یہ کہ تم دولت مند ہو جاؤ اور تمہارا باپ جہنم میں چلا جائے دوسری یہ کہ تم محتاج ہو جاؤ۔ اور تمہارا باپ جنت میں چلا جائے لیکن میں نے یہ بات پسند کی کہ تم لوگ محتاج رہو اور میں جنت کا حق دار بن جاؤں۔"

(سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ از عبدالسلام ندوی)

علامہ ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں کہ:

"بیماری کی حالت میں بعض لوگوں نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ مدینہ منورہ

منتقل ہو جائیں تاکہ آپ کو روضہ نبوی میں آنحضرت ﷺ اور حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظم کے ساتھ دفن کیا جائے۔"

تو آپ نے یہ الفاظ سن کر فرمایا:

"اللہ کی قسم آگ کے سوا اگر اللہ مجھے ہر قسم کے عذاب دے تو میں اس کو بخوشی منظور کر لوں گا لیکن مجھے یہ گوارا نہیں کہ اللہ کو یہ معلوم ہو کہ میں اپنے کو رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن ہونے کے قابل سمجھتا ہوں۔"

(طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۹۸)

اس کے بعد آپ نے اپنے اہل وعیال کو کفن دفن کے لیے وصیتیں کیں۔ اور آنحضرت ﷺ کے ناخن اور موئے مبارک کفن میں رکھنے کی ہدایت کی۔

قبر کے لیے ایک ذمی سے ۲ دینار میں زمین خریدی۔ ذمی نے قیمت لینے سے انکار کیا۔ لیکن آپ نے بہ اصرار اس کو قیمت ادا کر دی۔

مؤرخ ابن جریر طبری نے آپ کی زوجہ محترمہ فاطمہ بنت عبدالملک کا یہ بیان نقل کیا ہے۔ جب مرض کی شدت کی وجہ سے آپ کو رات بھر بے چینی رہی تو آپ رات بھر جاگتے رہے۔ اور ہم لوگ بھی آپ کے ساتھ جاگتے رہے۔ تو میں نے امیرالمومنین سے کہا کہ میں آپ کے پاس سے دوسرے کمرے میں چلی جاتی ہوں۔ شاید آپ کو نیند آ جائے۔ چنانچہ میں نے آپ کے غلام مرثد کو یہ ہدایت کی کہ تم امیرالمومنین کے پاس رہنا۔ اگر ضرورت پڑے تو ہم ساتھ والے کمرے میں ہیں۔ تو وہاں سے بلا لینا۔ چنانچہ میں دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ میں رات بھر جاگتی رہی تھی۔ اس لیے پلنگ پر لیٹتے ہی سو گئی۔ دن چڑھا تو میں امیرالمومنین کے کمرے میں گئی۔ تو وہاں مرثد کو نہ پایا۔ وہ کمرہ سے باہر پڑا سو رہا تھا۔ میں نے مرثد کو اٹھایا۔ اور اس سے پوچھا تم کیوں کمرے سے باہر چلے گئے تھے۔ اس نے جواب دیا کہ امیرالمومنین نے مجھے خود باہر چلے جانے کا حکم دیا تھا۔ اور فرمایا کہ:

"بخدا میں ایسی شکل دیکھ رہا ہوں۔ جو نہ انسان ہے نہ جن۔ چنانچہ میں باہر

چلا گیا۔ اور آپ کو یہ آیت پڑھتے سنا۔"

﴿تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾ (القصص:۸۳)

"آخرت کا یہ بھلا گھر ہم ان ہی کے لیے مقرر کر دیتے ہیں۔ جو زمین میں اونچائی' بڑائی اور فخر نہیں کرتے اور نہ فساد کی چاہت رکھتے ہیں۔ پرہیز گاروں کے لیے نہایت ہی عمدہ انجام ہے۔"

اس کے بعد فاطمہ بنت عبدالملک بیان کرتی ہیں کہ:

میں آپ کی پاس آئی تو دیکھا کہ آپ سیدھے لیٹے ہوئے ہیں۔ آنکھیں بند ہیں۔ اور روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی ہے۔ اناللّٰہ و انا الیہ راجعون

(تاریخ طبری ج۲ص ۵۱)

یہ سانحہ ۲۵ رجب سن ۱۰۱ھ بروز بدھ پیش آیا۔

انتقال کے وقت عمر ۳۹ سال تھی۔ سمعان ہی میں انتقال ہوا۔ اور وہیں دفن ہوئے۔ مدت خلافت ۲ سال ۵ ماہ اور ۴ روز ہے۔ (تاریخ طبری ج۲ ح ۴۳)

لوگوں کو جب آپ کے انتقال کی خبر پہنچی۔ تو عوام و خواص' عالم' جاہل' مسلم' غیر مسلم سب نے عام طور پر ماتم کیا۔

امام حسن بصری کو جب آپ کی وفات کی اطلاع ہوئی۔ تو فرمایا۔ اناللّٰہ وانا الیہ راجعون۔ دنیا کا بہترین آدمی رخصت ہو گیا ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں یوسف بن مالک کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

"جب ہم حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو دفن کرنے کے بعد قبر کی مٹی برابر کر رہے تھے۔ تو فضا سے ایک کاغذ آ کر گرا۔ جس میں تحریر تھا۔ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔ امان من اللّٰہ لعمر بن عبدالعزیزؒ من النار. اللہ تعالیٰ کی طرف سے عمر بن عبدالعزیزؒ کو آتش جہنم سے امان ہے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۳۴۹)

امام ابو محمد عبداللہ بن عبدالحکم سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے جنازہ میں شہدا نے شرکت کی۔ اور جنات نے ماتم کیا۔

امام ابن عبدالحکم لکھتے ہیں کہ:

"ملک شام کے ایک صاحب شہید ہو گئے تھے اور وہ ہر روز اپنے پڑوسی کو خواب میں ملتے تھے۔ (یہ خواب میں) ان سے باتیں کیا کرتا تھا۔ ایک رات وہ شہید اپنے پڑوسی کو خواب میں نہ ملے۔ صبح اس کی طبیعت پر بڑا اثر تھا۔ پھر اگلی رات ان کی زیارت ہوئی تو دریافت کیا کہ آپ وقت پر کیوں نہ آئے۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہم شہدا کی جماعت کو حکم ہوا تھا کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے جنازہ میں شرکت کریں۔

خواب کی یہ تاریخ نوٹ کر لی گئی۔ بعد میں اطلاع آئی کہ ٹھیک اسی تاریخ کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا انتقال ہوا تھا۔ رحمتہ اللہ علیہ ورضوانہ"

(سیرت ابن عبدالحکم ۱۰۸)

جنات کا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ پر اظہار غم کرنے کے بارے میں امام ابن عبدالحکم لکھتے ہیں کہ:

ایک رات کوفہ میں ایک عورت اپنی بیٹی کے ہمراہ بالا خانے میں چرخا کات رہی تھی۔ بالا خانے میں نیچے کی طرف ایک طاقچہ تھا۔ اچانک لڑکی کی اٹیا نیچے گر گئی۔ اس نے طاقچے سے باہر دیکھا۔ تو نیچے چند عورتوں کا حلقہ ماتم برپا تھا۔ درمیان میں کھڑی ایک عورت شعر پڑھ رہی تھی۔

"ہاں جنات کی عورتوں سے کہو کہ اب وہ فرط غم سے رویا کریں۔ صاف ستھرے چہروں کو نوچ نوچ کر زخمی کر ڈالیں۔ ریشمی لباس میں نازو انداز سے چلنے کے بجائے ٹاٹ پہنا کریں۔ اور برق رفتار گھوڑوں کی سواری کے بجائے ٹٹو پر سوار ہوا کریں۔

وہ عورت شعر پڑھتی اور حاضرین مجلس ہائے امیر المومنین! ہائے امیر المومنین کہہ

کر اس کی تائید کرتے۔

لڑکی نے گھبرا کر والدہ سے کہا۔ اماں دیکھو تو نیچے کیا ہے۔ بڑھیا نے کیا ہے کہتے ہوئے نیچے جھانکا۔ تو عجب منظر دیکھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اسی رات امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا انتقال ہوا تھا۔

(سیرت ابن عبد الحکم ص ۱۱۸)



باب : ۱۴

عمر بن عبدالعزیزؒ کے متعلق اخبار و آثار حافظ ابن کثیر کی زبانی

حافظ ابن کثیر نے اپنی تاریخ ابن کثیر میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے متعلق تفصیل سے لکھا ہے۔ یہاں اس کا ملخص پیش خدمت ہے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ کہ آل عمرؓ فاروق میں ایک شخص پیدا ہوگا۔ جو عمر فاروق کی سی زندگی گزارے گا۔ اور اس کے چہرے پر زخم کا نشان ہوگا۔ اور وہ دنیا کو عدل سے بھر دے گا۔

''حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے غلام مزاحم بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایک رات تن تنہا سوار ہو کر نکلے۔ مزاحم بیان کرتے ہیں کہ میں ان کے پیچھے کچھ فاصلہ پر تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ ایک شخص کے ساتھ چل رہے ہیں۔ وہ اپنا ہاتھ آپ کے کندھے پر رکھے ہوئے ہے۔ حالانکہ آپ گھر سے تن تنہا نکلے تھے۔ اور میں نے خیال کیا۔ یہ کوئی رہبر ہوگا۔ جسے راستہ بتانے کے لیے ساتھ لیا ہے۔ میں نے اپنی رفتار تیز کر دی۔ تا کہ آپ سے جا ملوں۔ جب میں آپ کے پاس پہنچا۔ تو میں نے دیکھا کہ آپ اکیلے ہی چل

رہے ہیں۔ میں نے آپ سے پوچھا۔ میں نے ابھی آپ کے ساتھ ایک آدمی کو دیکھا ہے۔ وہ اپنا ہاتھ آپ کے کندھے پر رکھے ہوئے آپ کے ساتھ چل رہا تھا۔ اور میں نے سمجھا کہ وہ کوئی رہبر ہوگا۔ لیکن آپ تنہا ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا۔ کیا تم نے واقعی اس شخص کو دیکھا ہے۔ میں نے کہا ہاں دیکھا ہے۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا:

"وہ خضر علیہ السلام تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا۔ کہ مجھے اس امر (خلافت) سے پالا پڑے گا۔ اور حق تعالیٰ کی طرف سے اس پر میری مدد کی جائے گی۔

علی بن خولہ نے ابی عنبس کا یہ قول نقل کیا ہے۔ کہ میں ایک دن خالد بن یزید بن معاویہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ان کے پاس ایک نوجوان آیا۔ اور اس نے خالد بن یزید بن معاویہ سے کوئی بات کی۔ اور اس کے بعد وہ واپس چلا گیا۔ میں نے خالد سے کہا کہ یہ کون شخص ہے۔

خالد نے بتایا۔ یہ عمر بن عبدالعزیزؒ تھے۔

اگر تمہاری عمر نے وفا کی تو تم ایک روز دیکھ لوگے۔ یہ شخص امام ہدیٰ ہوگا۔

سلیمان بن عبدالملک اپنے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے خلیفہ بننے کی وصیت کر گئے تھے۔ چنانچہ سلیمان کے انتقال کے بعد ان کی وصیت کے مطابق عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ بنائے گئے۔ آپ نے خلیفہ بننے کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ شاہی اصطبل میں جتنے گھوڑے تھے۔ ان سب کو فروخت کر کے ان کی قیمت بیت المال میں جمع کرا دی۔ اور اپنے استعمال کے لیے اپنا خچر ہی رکھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ بننے کے بعد زیادہ وقت امور خلافت میں گزارتے۔ تو ان کی زوجہ محترمہ فاطمہ بنت عبدالملک کو بہت شاق تھا۔ کہ آپ گھر میں بہت کم وقت گزارتے ہیں۔ ایک دن انہوں نے آپ سے اس کا ذکر کیا۔

تو آپ نے فرمایا:

''اب یہ وقت مسلمانوں کی خدمت کے لیے وقف ہے فراغت و فرصت کا وقت اب کسی کے لیے میرے پاس نہیں ہے۔''

چنانچہ آپ کی بیوی اسی ماحول میں آپ کے ساتھ زندگی گزارنے پر راضی ہوگئیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے خلافت کی بیعت کے بعد جو پہلا خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام پہنچانے کے بعد فرمایا۔

جو ہمارے ساتھ رہنا چاہتا ہے اس کو پانچ چیزوں کا عہد کرنا ہوگا۔

1. وہ ہمارے پاس اپنی ایسی ضرورت کا طلب گار ہوگا۔ جو اس کے بس کی نہ ہو۔
2. بھلائی اور خیر میں ہمارے ساتھ تعاون کرے۔
3. خیر اور بھلائی سے ہماری رہنمائی ایسی چیزوں کی طرف کر سکے۔ جس کی طرف ہماری نظر نہیں پہنچی۔
4. ہم میں سے کسی کو دھوکہ اور فریب نہ دے۔
5. لایعنی اور بیکار باتوں کی طرف ہم کو متوجہ نہ کرے۔

ان باتوں کو سن کر شعرا اور خطبا حیران و ششدر رہ گئے۔ اور ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ لیکن علمائے کرام آپ کی باتوں سے مطمئن اور مسرور ہوئے اور انہوں نے کہا۔

''ہم ایسے انسان سے اس وقت تک علیحدہ نہیں ہوں گے۔ جب تک اس کا عمل اس کے قول کے خلاف نہ ہوگا۔''

امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں:

جب عمر بن عبدالعزیزؒ نے خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ تو انہوں نے محمد بن کعب قرظی، رجاء بن حیاۃ اور سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب کو بلایا۔ اور ان حضرات

سے کہا کہ:

"آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ مجھ پر خلافت کی ذمہ داریاں آن پڑی ہیں۔ اور میں ایک عظیم ابتلا میں گھر گیا ہوں۔ لہٰذا آپ لوگ مجھے مشورہ دیں اور میری رہنمائی کریں۔ کہ مجھے اب کیا کرنا چاہیے۔"

محمد بن کعب قرظی نے کہا:

"بڑے بوڑھوں کو باپ' جوانوں کو بھائی اور چھوٹے بچوں کو اولاد سمجھو۔ باپ کے ساتھ نیکی اور بھلائی کے ساتھ پیش آؤ۔ بھائی کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ اور اولاد پر شفقت کرو۔"

رجاء بن حیاۃ نے کہا:

"عام لوگوں کے لیے وہ چیزیں پسند کرو۔ جو اپنے لیے پسند کرو۔ اور جس چیز کو اپنے لیے ناپسند کرتے ہو۔ عوام الناس کے لیے بھی ناپسند کرو۔ اور تم کو یہ بھی ہمیشہ خیال رکھنا چاہیے۔ کہ تم پہلے خلیفہ نہیں ہو تمہیں ایک دن اللہ کے دربار میں حاضر ہونا ہے۔"

سالم بن عبداللہ عمر بن خطاب نے کہا:

"ایک بات گرہ میں باندھ لو۔ لذات و شہوات دنیا کی طرف سے کان بہرے کرلو۔ اور موت کو ہمیشہ پیش نظر رکھو۔"

ان لوگوں کے جوابات سن کر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بیان کرتے ہیں کہ:

"میں نے خواب میں آنحضرت ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عمر بن عبدالعزیزؒ میرے قریب آؤ۔ میں آپ ﷺ کے اتنا قریب پہنچ گیا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میں آپ ﷺ کے اوپر تک ہی نہ پہنچ جاؤں۔ اس

کے بعد آپ ﷺ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

عمر بن عبدالعزیزؒ ان دونوں کی طرح عمل کرو۔ اور اچانک دو شیخ آپ کے دونوں پہلوؤں میں کھڑے ہوئے نظر آئے۔ میں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا۔ یہ دونوں کون بزرگ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

یہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما ہیں۔"

امام احمد بن حنبل نے عبدالرزاق کے حوالہ سے وہب بن اُمیہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔

"اگر کوئی مہدی ہے تو وہ عمر بن عبدالعزیزؒ ہیں۔"

امام سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ خلفاء پانچ ہیں۔

"ابوبکر صدیق' عمر فاروق' عثمان ذوالنورین' علی مرتضٰی اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم"

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ:

"جمہور علمائے اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ ائمہ عدل خلفائے راشدین اور ائمہ محدثین میں سے ایک تھے۔"

میمون بن مہران کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے عمال کو لکھا کہ:

"اسلام نے ہمارے لیے سنن و فرائض کے ساتھ شرائع بھی بتائے ہیں۔ جس شخص نے ان کی تکمیل کی۔ اس نے دین کی تکمیل کی۔ اور جس نے ان کی تکمیل نہیں کی۔ اس نے دین کو ادھورا چھوڑ دیا۔"

آپ اپنے عمال کو ہمیشہ تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین کرتے تھے۔

اور فرمایا کرتے تھے کہ:

"اللہ تعالیٰ تقویٰ کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں کرتا تقویٰ کے واعظ بہت ہیں اور اس پر عمل کرنے والے بہت کم ہیں۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی زوجہ محترمہ فاطمہ بنت عبدالملک بیان کرتی ہیں کہ:

"عمر بن عبدالعزیزؒ جب سے خلیفہ ہوئے ہیں انہوں نے مباشرت نہیں کی۔ اور نہ محتلم ہوئے ہیں۔"

عمر بن عبدالعزیزؒ کے تقویٰ کا یہ حال تھا کہ:

ان کے گھر میں ایک چراغ جلتا تھا۔ تو اس کی روشنی میں اپنے گھر کے ذاتی کام کرتے تھے۔ اور دوسرا چراغ جلتا تھا۔ تو اس کی روشنی میں سرکاری کام سر انجام دیتے تھے۔ اور اس کی روشنی اپنی ذات کے لیے بھی کام میں نہیں لاتے تھے۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے:

"اے اللہ۔ لوگوں کو میں نے جس چیز کا حکم دیا۔ انہوں نے میری اطاعت کی اور وہ ہر اس چیز سے باز رہے۔ جس سے میں نے تیرے حکم کے مطابق ان کو منع کیا۔ اے اللہ یہ سب تیری توفیق کا ہی نتیجہ ہے۔ جو تو نے انہیں دی۔ اور مجھے دی ہے۔ اے اللہ عمر تو تیری رحمتوں کے حاصل کرنے کا اہل نہیں ہے۔ یہ تیری رحمت ہے۔ جس نے اس کو اس قابل بنایا ہے۔"

فاطمہ بنت عبدالملک بیان کرتی ہیں کہ:

"میں نے عمر بن عبدالعزیزؒ سے زیادہ کسی کو صوم وصلوٰۃ اس پابندی اور کثرت سے پڑھتے نہیں دیکھا۔ اور نہ کسی کو اللہ تعالیٰ سے اتنا خوف وخشیت میں مبتلا دیکھا۔ جتنا عمر بن عبدالعزیزؒ کو دیکھا۔"

فاطمہ بنت عبدالملک بیان کرتی ہیں کہ:

ایک روز عمر بن عبدالعزیزؒ نے مجھ سے کہا۔ فاطمہ میں نے آج رات ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ تو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا۔

امیر المومنین مجھے وہ خواب سنایئے۔

آپ نے فرمایا:

''میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں ایک سبزہ زار کی طرف چلا جا رہا ہوں۔ اور اس میں مجھے ایک محل نظر آیا۔ جو چاندی کا بنا ہوا ہے۔ تو اس محل سے ایک منادی باہر آیا۔ اور اس نے کہا۔ محمد بن عبداللہ کہاں ہیں۔ اچانک رسول اللہ ﷺ نمودار ہو کر محل میں داخل ہو جاتے ہیں۔ وہ آدمی دوبارہ محل سے باہر آتا ہے۔ اور اعلان کرتا ہے۔ کہ ابوبکر صدیق کہاں ہیں۔ اس پر ابوبکر صدیق نظر آتے ہیں۔ اور محل میں داخل ہو جاتے ہیں۔ وہ آدمی پھر محل سے باہر آتا ہے۔ اور منادی کرتا ہے کہ عمر بن خطاب کہاں ہیں۔ اور عمر بن خطاب نمودار ہوتے ہیں۔ اور محل میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اتنے میں وہ آدمی پھر محل سے باہر آتا ہے۔ اور اعلان کرتا ہے۔ عثمان بن عفان کہاں ہیں۔ تو عثمان بن عفان سامنے نظر آتے ہیں۔ اور پھر وہ محل میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد وہ منادی باہر نکلتا ہے۔ اور آواز دیتا ہے۔ علی بن ابی طالب کہاں ہیں اور علی بن ابی طالب سامنے آتے ہیں۔ اور محل میں داخل ہو جاتے ہیں اور آخر میں وہ آدمی پھر محل سے باہر آتا ہے۔ اور اعلان کرتا ہے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ کہاں ہیں۔ تو میں اس کی آواز پر کھڑا ہو جاتا ہوں۔ اور محل میں داخل ہو جاتا ہوں۔ اور عمر بن خطاب کی جانب بیٹھ جاتا ہوں۔ جو رسول اللہ ﷺ کی بائیں جانب تشریف فرما ہیں۔ اور ابو بکر صدیق آپ ﷺ کے دائیں جانب بیٹھے ہیں۔ اور ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک شخص تشریف فرما ہیں۔ تو میں ان کے بارے میں دریافت کرتا ہوں۔ یہ کون شخص ہیں۔ تو مجھے بتایا جاتا ہے کہ یہ عیسیٰ بن مریم ہیں۔ اس کے بعد میں نے ایک ہاتف کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ اے عمر بن عبدالعزیزؒ تم جس پر قائم ہو اس پر مستحکم رہو اور جو کچھ کر رہے ہو۔ اس پر

ثابت قدم رہو۔

اس کے بعد مجھے وہاں سے آنے کی اجازت مل گئی۔تو میں محل سے باہر نکل آیا۔تو محل سے باہر میری ملاقات عثمان بن عفان سے ہوئی۔ جو فرما رہے تھے کہ الحمدللہ۔ میرے اللہ نے میری مدد فرمائی۔ اور ان کے نقش قدم پر علی بن ابی طالب نظر آئے۔ جو فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت کر دی۔"

فضل بن عباس الحلبی کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیزؒ یہ شعر اکثر پڑھا کرتے تھے۔

لا خیرافی عیش امری لم یکن لهٗ
من الله فی دار القرار نصیب

"اس آدمی کی زندگی میں کوئی خیر نہیں۔ جسے اللہ کی طرف سے آخرت میں کوئی حصہ نہ ملے۔"

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ:

امام ابو داؤد اپنی سنن میں یہ حدیث لائے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کہ:

"اللہ تعالیٰ اس امت پر ہر سو سال بعد ایک ایسے شخص کو بھیجے گا۔ جو دین کے امر کی تجدید کرے گا۔"

چنانچہ اہل علم کی ایک جماعت جس میں امام احمد بن حنبل بھی شامل ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ:

"عمر بن عبدالعزیزؒ پہلی صدی کے خاتمہ پر ایسے شخص ہیں جو ہر طرح اقامت دین' قیام شریعت اور تنفیذ حق کے اعتبار سے عمر بن خطابؓ کی مانند ہیں۔ اور ہر طرح اس منصب کے اہل ہیں۔"

عمر بن عبدالعزیزؒ نے خلافت کے بعد خلفائے بنو امیہ کے سب ٹھاٹھ باٹھ

موقوف کر دیئے۔ انہوں نے خلافت کے بعد ہر طرح کے عیش و آرام کو بالائے طاق رکھ دیا۔ اس سلسلہ میں ان کی زوجہ محترمہ فاطمہ بنت عبدالملک ان کی بہترین معاون ثابت ہوئیں۔ خلافت سے پہلے بہترین لباس استعمال کرتے تھے۔ اور خلافت کے بعد نہایت معمولی کپڑے استعمال کرتے تھے۔ خلافت سے قبل ان کی آمدنی ۴۰ ہزار دینار تھی۔ اب صرف ۴سو سالانہ دینار لیتے تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جب انتقال کیا۔ تو ان کے ۱۲ لڑکے حیات تھے۔ ان کے لیے انتقال کے وقت اس آیت کی تلاوت کر رہے تھے۔

﴿اِنَّ وَلِیِّۦَ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَ هُوَ یَتَوَلَّى الصّٰلِحِیْنَ۝﴾

(الاعراف :۱۹۶)

"یقیناً میرا مددگار اللہ تعالیٰ ہے۔ جس نے یہ کتاب نازل فرمائی۔ اور وہ نیک بندوں کی مدد کرتا ہے۔"

اور فرمایا:

"میں ان کے لیے کیا وصیت کروں۔ وہ دو حال سے خالی نہیں ہوں گے۔ یا صالح ہوں گے۔ تو اللہ ان کا کفیل اور والی ہوگا۔ یا غیر صالح ہوں گے۔ تو مجھے کسی فاسق کی مدد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

عمر بن عبدالعزیزؒ ۲۰ دن بیمار رہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان کو ان کے ایک غلام نے زہر دیا تھا۔ آپ کا انتقال رجب سن ۱۰۱ ہجری میں بمقام سمعان جو سرزمین حمص میں واقع ہے۔ ۳۹ برس کی عمر میں ہوا۔ ان کی نماز جنازہ ان کے چچا زاد بھائی سلمہ بن عبدالملک نے پڑھائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

(تاریخ ابن کثیر جلد پنجم)



باب: ۱۵

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے اقوال

ارباب سیر اور تذکرہ نگاروں نے اپنی اپنی کتابوں میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے بے شمار اقوال نقل کیے ہیں۔ یہاں آپ کے چند اقوال نقل کیے جاتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ:

① جو شخص لڑائی' جھگڑے' طمع اور غصہ سے الگ رہا۔ وہ کامیاب و کامران ہو گیا۔

② ایک صاحب نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے کہا کہ آپ اپنی حفاظت کے لیے محافظ رکھ لیں۔

آپ نے فرمایا کہ:

''اگر میں سوائے قیامت کے کسی اور چیز سے ڈرتا' تو اللہ تعالیٰ مجھے اس طرح امن و امان سے نہ رکھتا۔''

③ عدی بن فضل کہتے ہیں کہ میں نے ایک بار حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو خطبہ جمعہ میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

''لوگو! اللہ سے ڈرو' اور رزق کی تلاش میں مارے مارے نہ پھرو کہ تم میں سے اگر کسی شخص کا رزق پہاڑ کی چوٹی پر لکھا ہے یا زمین کی تہ میں موجود ہے وہ یقیناً اس کو ملے گا۔''

④ عبداللہ بن العلا راوی ہیں کہ:

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خطبہ جمعہ میں درج ذیل کلمات کو سات بار دہراتے تھے:

الحمدللّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا وسیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ واشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ من یطع اللّٰہ ورسولہٗ فقد رشد ومن یعص اللّٰہ ورسولہ فقد غوٰی ثم یوصی بتقوی اللّٰہ۔

''تمام تعریف اللہ کے لیے ہے ہم اس کی تعریف کرتے ہیں۔ اور اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے مغفرت کے طالب ہیں۔ اور ہم اپنے نفس کی شرارتوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ اور اپنی بداعمالیوں سے۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت یاب فرما دے۔ اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ اور جس کو وہ گمراہ کر دے۔ اس کو کوئی ہدایت یافتہ نہیں بنا سکتا۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور اس کا کوئی ساجھی نہیں ہے۔ اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ بے شک اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ ہدایت یافتہ ہوا۔ اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ وہ گمراہ (بے راہ) ہو گیا۔ میں پھر تم کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ لوگو! اللہ سے ڈرو۔''

اور خطبہ کے حصہ ثانیہ میں آخری جملے یہ ہوتے تھے۔

﴿یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾

(الزمر:۵۳)

''اے میرے بندو۔ جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے۔ تم اللہ تعالیٰ

کی رحمت سے نا امید نہ ہو جاؤ۔"

۵ حاجب بن خلیفہ بیان کرتے ہیں کہ:

میں نے آپ کا خطبہ جمعہ سنا۔

آپ نے فرمایا کہ:

"جو طریقہ رسول اللہ ﷺ نے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جاری فرمایا۔ وہ عین دین ہے۔ ہم کو اسی طریقہ پر گامزن رہنا چاہیے۔ اور جو طریقہ اس کے خلاف ہو۔ اس کو ترک کر دینا چاہیے۔"

۶ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جب عمرو بن قیس کو صائفہ کا گورنر مقرر کیا۔ تو اس کو بوقت روانگی بطور نصیحت فرمایا کہ:

"عمرو! وہاں لوگوں کی بات توجہ سے سننا' بدمعاش لوگوں سے پرہیز کرنا۔ اور ان کی خطاؤں سے درگزر کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ تم جاتے ہی ان پر سختی کرنا شروع کر دو۔ اور نوبت قتل تک پہنچ جائے۔ اور پھر تم ان سے خوف محسوس کرنے لگو۔ بلکہ تم پہلے ہی دن سے میانہ روی اختیار کرنا۔ تاکہ وہ تمہاری بات کو غور سے سنیں اور تمہارے مرتبہ و مقام کو پہچانیں۔"

(تاریخ الخلفاء ۳۴۴۔۳۴۵)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی کچھ دعائیں

امام ابو محمد عبداللہ بن عبدالحکم نے سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ میں کچھ دعائیں درج کی ہیں۔ اور لکھا ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ یہ دعائیں اکثر کیا کرتے تھے۔

۱ اے اللہ آپ اپنی قضا پر مجھے راضی کر دیجیے۔ اور اپنی تقدیر میں مجھے برکت دیجیے۔ یہاں تک کہ جس چیز کو تو مؤخر کر دے اس کی تعجیل پسند نہ کروں۔ اور جو کچھ تو مجھے جلدی جلدی دے دے میں اس کی تاخیر کو پسند نہ کروں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرمایا کرتے تھے کہ:

"یہ دعا مجھے اس قدر راسخ ہو گئی ہے کہ اب میرے لیے قضاء وقدر کے علاوہ کسی چیز کی کوئی خواہش نہیں رہی۔"

۲ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جب بیت اللہ میں داخل ہوتے۔ تو یہ دعا کرتے۔ اے اللہ آپ نے اپنے گھر میں داخل ہونے والوں کے لیے امن کا وعدہ کیا ہے۔ اور آپ اپنے گھر میں آنے والوں کے لیے سب سے بہتر مہمان نواز ہیں۔ اے اللہ! مجھے ایسا پروانۂ امن عطا فرما۔ جس کے ذریعہ مجھے امن وامان حاصل ہو وہ یہ کہ آپ دنیا کی مشقتوں سے میری کفایت فرمایے اور جنت سے ورے جتنے ہولناک امور پیش آنے والے ہیں ان سے بھی یہاں تک کہ اے ارحم الراحمین آپ مجھے رحمت کے ساتھ جنت میں پہنچا دیں۔

۳ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے۔

"اے اللہ۔ مجھے لباس عافیت عطا فرما۔ تا کہ میری زندگی خوشگوار ہو اور بخشش پر میرا خاتمہ فرمانا۔ کہ گناہ مجھے نقصان نہ دے سکیں۔ اور جنت سے ورے جتنی ہولناکیاں ہیں ان سے میری کفایت فرمانا۔ تا کہ آپ مجھے اپنی رحمت سے جنت میں پہنچا دیں۔ اے ارحم الراحمین"

۴ عرفات کے میدان میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ یہ دعا کیا کرتے تھے۔

"اے اللہ۔ آپ نے اپنے گھر کی زیارت (حج) کے لیے بلایا۔ اور ان مقامات عبادت کی حاضری پر بہت سے منافع (عطا کرنے) کا وعدہ فرمایا۔ اے اللہ میں تیرے دربار میں حاضر ہو گیا ہوں۔ اے اللہ مجھے یہ مغفرت عطا فرما۔ کہ مجھے دنیا میں بھی بھلائی ملے۔ اور آخرت میں بھی بھلائی ملے۔ اور یہ کہ آپ مجھے عذاب دوزخ سے بچا لیں۔"

۵ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ یہ دعا بھی کیا کرتے تھے۔

"اے اللہ مجھے دنیا میں ایسی چیز نہ دے جو مجھے آخرت میں آپ کی رحمت

سے دور کرے۔"

۶ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ یہ دعا بھی اکثر کیا کرتے تھے۔

"اے میرے اللہ! آپ نے مجھے پیدا کیا۔ اور مجھے (کچھ کاموں کے کرنے کا) حکم فرمایا۔ اور (کچھ کاموں سے) مجھے منع فرمایا۔ اور حکم ماننے کی صورت میں مجھے ثواب کی ترغیب دی۔ اور نافرمانی کے عتاب (سزا) سے مجھے ڈرایا۔ اور مجھ پر ایک دشمن (شیطان) مسلط کر دیا۔ چنانچہ اسے میرے سینے پر بٹھایا۔ اور اسے میرے سارے وجود پر تسلط دیا۔ میں اگر برائی کا قصد کرتا ہوں تو وہ مجھے ہمت دلاتا ہے۔ اور اگر نیکی کا ارادہ کرتا ہوں۔ تو حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ میں غافل ہو جاتا ہوں۔ مگر وہ چوکنا رہتا ہے۔ اور میں بھول جاتا ہوں۔ مگر وہ نہیں بھولتا۔ وہ مجھے شہوتوں میں لا کھڑا کرتا ہے۔ اور مجھے شبہات میں ڈالتا ہے۔ اگر آپ اس کے مکر وفن سے میری حفاظت نہ فرمائیں۔ تو وہ مجھے پھسلا کر رہے گا۔

اے اللہ! پس اسے مغلوب کیجئے۔ اس کے تسلط کو جو مجھ پر ہو۔ بذریعہ اپنی اس قدرت کے جو اس پر ہے اور مجھے کثرت ذکر کی توفیق دے کر اسے ذلیل کر دیجیے۔ تا کہ میں ان حضرات پر حقیقت میں کامیابی حاصل کروں۔ جو آپ کی توفیق کے طفیل شیطان کے شر سے محفوظ ہیں۔ برائی سے بچنے اور نیکی پر جمنے کی توفیق آپ ہی کی جانب سے ہے۔"

۷ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ یہ دعا بھی اکثر کیا کرتے تھے:

"اے میرے پروردگار مجھے میری عقل سے نفع دیجیے۔ اور اس چیز کو جس کی طرف مجھے لوٹ کر جانا ہے۔ میرے نزدیک اس چیز کی بہ نسبت اہم بنا۔ جو مجھ سے ختم ہو جائے گی۔ اے اللہ اگر میں تجھ سے حسن ظن رکھتا ہوں تو مجھے حسن ثواب سے نواز۔ اے اللہ مجھے بس اتنی دنیا عطا فرما۔ جس کے فتنہ سے میں

محفوظ۔ اور جس کے ذریعہ سے اہل دنیا سے مستغنی ہو جاؤں۔ اور جو میرے لیے اس سے بہتر جہاں (آخرت) کی طرف توشہ بن جائے۔ کیونکہ برائی سے بچنے اور نیکی پر جمنے کی توفیق آپ ہی کی جانب سے ہے۔"

(سیرت ابن عبدالحکم ص ۹۶ تا ۱۰۱)



باب: ۱۶

ازواج واولاد

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی پہلی شادی فاطمہ بنت عبدالملک سے ہوئی۔ یہ خاتون بڑی خوبصورت اور نیک سیرت تھیں۔ عبدالملک نے اس کی بڑی اچھی تربیت کی تھی۔ اس خاتون کے علاوہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے تین اور عورتوں کے ساتھ نکاح کیا۔ ان کے نام یہ ہیں۔

لمیس بنت علی بن حارث

ام عثمان بنت شعیب بن زبان

اور چوتھی کنیز تھی۔

ان چاروں سے آپ کی اولاد کی تعداد ۱۶ ہے۔

جن میں لڑکوں کی تعداد ۱۳ ہے۔ اور لڑکیوں کی تعداد ۳ ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے تین لڑکوں نے بہت زیادہ شہرت حاصل کی۔

عبدالملک

ان کی والدہ کنیز تھی۔ یہ بڑے نیک سیرت، زاہد اور بہت عبادت کرنے والے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو ان سے بہت زیادہ محبت تھی۔ اور ان پر بہت زیادہ اعتماد کرتے تھے۔ یہ بہت زیادہ ذہین و فطین تھے۔ اور اپنے والد کو امور خلافت میں مشورہ دیتے رہتے تھے۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ان کے مشوروں کو بہت زیادہ

اہمیت دیتے تھے۔

عبدالملک نے اپنے والد کی زندگی میں بعارضہ طاعون انتقال کیا۔ بیماری کے دوران حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اور ان کا حال پوچھا۔ تو جواب دیا۔

"میں اپنے آپ کو حق پر پاتا ہوں۔ لیکن اللہ کی قسم آپ کی مرضی مجھے اپنی مرضی سے زیادہ محبوب ہے۔"

ان کے انتقال کی خبر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو ان کے غلام مزاحم نے دی۔ تو سن کر بے ہوش ہو گئے۔ اور لاش کو مخاطب ہو کر فرمایا۔

المال والبنون زينة الحياة الدنيا

"مال و اولاد دنیوی زندگی کی زینت ہیں۔"

اس کے بعد فرمایا:

تم دنیا کی افضل ترین زینت تھے۔ اور مجھے توقع ہے۔ کہ آج سے تم باقیات الصالحات میں داخل ہو گئے۔ جس کا ثواب سب سے بڑھ کر ہے۔

اور دفن کے بعد قبر کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا:

"اے بیٹے اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے اور تمہاری مغفرت فرمائے۔ بچپن میں تم خوشی کا باعث تھے۔ جوانی میں حق پدری ادا کرنے والے تھے۔"

(سیرت ابن عبدالحکم ص ۱۱۶)

عبدالعزیز

ان کی والدہ بھی کنیز تھی۔ یہ یزید بن عبدالملک اور مروان بن محمد کے دور حکومت میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے گورنر رہے۔ اور رواۃ حدیث میں ہیں۔

عبداللہ

ان کی والدہ بھی کنیز تھی۔ یزید بن عبدالملک کے زمانہ میں کوفہ کے گورنر تھے۔ ان

کے زمانہ گورنری میں کوفہ میں ایک نہر کھدوائی گئی۔ جس پر تین لاکھ کی خطیر رقم صرف ہوئی۔ اور یہ نہر "نہر عبداللہ" کے نام سے مشہور ہوئی۔

(فتوح البلدان ص ۳۷۷)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنی ساری اولاد کی تعلیم و تربیت کا بہترین انتظام کیا تھا۔ امام صالح بن کیسان جن کا شمار علمائے مدینہ کے نامور علماء دین میں ہوتا تھا اور جن سے عمر بن عبدالعزیزؒ نے خود بھی تعلیم حاصل کی تھی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی اولاد کے اتالیق تھے۔

انقلابات زمانہ

حافظ ابن جوزی نے اپنی کتاب سیرۃ عمر بن عبدالعزیزؒ میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ خلیفہ منصور نے عبدالرحمان بن قاسم بن محمد بن ابی بکر سے درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔

عبدالرحمان بن قاسم نے کہا۔

اس چیز کی نصیحت کروں جو میں نے دیکھی ہے۔ یا اُس چیز کی جو میں نے سنی ہے۔

منصور نے کہا۔

وہ نصیحت کیجیے جو آپ نے دیکھی ہے۔

عبدالرحمان بن قاسم نے کہا کہ:

"جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے انتقال کیا۔ تو ان کے گیارہ لڑکے زندہ تھے۔ اورانہوں نے کل ترکہ ۱۷ دینار چھوڑے۔ جن میں ۵ دینار ان کے کفن دفن پر خرچ ہوئے۔ اور ۲ دینار میں قبر کی زمین خریدی گئی۔

اور بقیہ دینار لڑکوں میں تقسیم ہوئے۔ اور ہر لڑکے کو فی کس ۱۹ درہم ملے۔

جب ہشام بن عبدالملک کا انتقال ہوا۔ تو اس کے بھی اس وقت گیارہ لڑکے

زندہ تھے۔ اور جب ہشام کا ترکہ تقسیم ہوا۔ تو ہر لڑکے کو فی کس دس لاکھ کی خطیر رقم ملی۔

لیکن میں نے عمر بن عبدالعزیزؒ کے ایک لڑکے کو دیکھا کہ اس نے ایک دن میں سو گھوڑے جہاد کے لیے دیے۔ اور ہشام بن عبدالملک کے ایک لڑکے کو دیکھا۔ جس کو لوگ صدقہ دے رہے تھے۔

(سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ ص ۲۹۵، ۲۹۶)

یہ حقیقت ہے کہ اگر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دوسرے خلفائے بنو اُمیہ کے ساتھ موازنہ کیا جائے۔ تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے۔ کہ انہوں نے نیک نامی کے سوا اور کچھ نہیں چھوڑا۔



باب : ۱۷

مآثر بنو اُمیہ

خلافت بنو اُمیہ کی بنیاد حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے ۴۱ھ میں رکھی۔ اور اس کا اختتام مروان بن محمد بن مروان پر ۱۳۲ھ میں ہوا۔ یعنی ان کی مدت خلافت ۹۲ سال بنتی ہے۔ اس ۹۲ سال میں جو خلفاء مسند خلافت پر فائز ہوئے ان کی تفصیل یہ ہے۔

① امیر معاویہ بن ابی سفیان	۴۱ھ تا ۵۹ھ
② یزید اول بن معاویہ	۶۰ھ تا ۶۴ھ
③ معاویہ ثانی	۶۴ھ
④ مروان بن الحکم	۶۴ھ تا ۶۵ھ
⑤ عبدالملک بن مروان	۶۵ھ تا ۸۶ھ
⑥ ولید اول بن عبدالملک	۸۶ھ تا ۹۶ھ
⑦ سلیمان بن عبدالملک	۹۶ھ تا ۹۹ھ
⑧ عمر بن عبدالعزیزؒ	۹۹ھ تا ۱۰۱ھ
⑨ یزید ثانی بن عبدالملک	۱۰۱ھ تا ۱۰۵ھ
⑩ ہشام بن عبدالملک	۱۰۵ھ تا ۱۲۵ھ
⑪ ولید ثانی بن یزید بن عبدالملک	۱۲۵ھ تا ۱۲۶ھ

⑫ یزید ثالث بن ولید بن عبدالملک ۱۲۶ھ تا ۱۲۷ھ

⑬ ابراہیم بن ولید بن عبدالملک ۱۲۶ھ تا ۱۲۷ھ

⑭ مروان بن محمد بن مروان ۱۲۷ھ تا ۱۳۲ھ

خلفائے بنو اُمیہ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے عرب کی عصبیت' عرب کی سادگی اور عرب کے شعار کو قائم کیا۔ اس بنا پر ان کا دور حکومت ڈپلومیسی سے بالکل نا آشنا رہا۔ اور ان کی تمام تر بنیاد قوت' بسالت اور شجاعت پر قائم رہی۔ اور ان کے بعد آنے والی حکومت یعنی دولت عباسیہ نے عجمی رنگ اختیار کیا عباسی حکمران بلا شبہ عربی النسل تھے۔ لیکن حکومت چلانے والے عجمی تھے۔

مولانا عبدالسلام ندوی نے "آداب السلطانیہ" کے حوالہ سے دولت عباسیہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ لکھی ہے۔

"دولت عباسیہ ایک پر فریب اور حیلہ باز سلطنت تھی۔ اس میں بہ نسبت قوت کے مکروفریب کا عنصر زیادہ غالب تھا۔ بالخصوص اس کے آخری زمانہ میں پچھلے خلفاء نے تو شجاعت کو بالکل کھو دیا۔ اور مکروفریب کی طرف مائل ہو گئے۔"

خلفائے بنو اُمیہ کے دور میں جو رفاہی و علمی کام ہوئے ان کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے

کثرت فتوحات

اُموی دور میں جو فتوحات ہوئیں۔ تاریخ اسلام میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ خلافت راشدہ میں اگرچہ بہت فتوحات ہوئی تھیں۔ ایران' شام' مصر' اسلامی قلمرو میں شامل ہوئے۔ لیکن بنو اُمیہ کے دور میں طرابلس' طنجہ' اندلس' چین' ہند' روم' قسطنطنیہ' عراق' تونس' مراکش' خراسان' فارس' توران' طبرستان' جرجان' بجستان' اور افغانستان اسلام کے زیر نگیں آئے۔

خلیفہ ولید بن عبدالملک' جس کا دور حکومت ۸۶ھ تا ۹۶ھ تک محیط ہے' کے دور

میں بہت زیادہ فتوحات ہوئیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی حافظ شمس الدین ذہبی کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

"ولید کے دور میں فتوحات کا سلسلہ (سلسلہ جہاد) برابر جاری رہا۔ اور اس کے زمانہ میں ویسی ہی عظیم فتوحات ہوئیں۔ جیسی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہوئی تھیں۔"

(تاریخ الخلفاء؛ ص ۳۲۴)

خلفائے بنو اُمیہ نے جنگی آلات کے کارخانے قائم کیے۔ مولانا عبدالسلام ندوی مؤرخ مسعودی کی کتاب مروج الذہب سے نقل کرتے ہیں کہ:

"ہشام بن عبدالملک (۱۰۵ھ۔۱۲۵ھ) نے عمدہ لباس' عمدہ فرش اور عمدہ آلات تیار کرائے۔ فوجی کام کے لیے سپاہی تیار کیے۔ اور سرحدوں کو مضبوط کیا۔"

رفاہی کام

فتوحات کے ساتھ ساتھ خلفائے بنو اُمیہ نے رفاہی کاموں کی طرف بھی توجہ کی۔ زمین کی پیمائش سب سے پہلے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی۔ ان کے بعد یزید بن عبدالملک (۱۰۱ھ۔۱۰۵ھ) نے اس کی طرف توجہ کی۔

زمینوں کی سیرابی کے لیے خلفائے بنو اُمیہ نے نہریں کھدوائیں۔ تاکہ ان کے ذریعہ غلہ کی پیداوار میں اضافہ ہو۔ اور اس کی ابتدا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کی۔ مولانا عبدالسلام ندوی لکھتے ہیں کہ:

مدینہ منورہ اور اس کے اطراف میں بہت سی نہریں جاری تھیں اور امیر معاویہ کو اس کا خاص اہتمام تھا۔

شیریں پانی کے چشمے بھی خلفائے بنو اُمیہ نے جاری کیے۔ تاکہ لوگ کھاری پانی کے بجائے آب شیریں استعمال کریں۔ چنانچہ سلیمان بن عبدالملک (۹۶ھ۔ ۹۹ھ)

نے مکہ معظمہ میں آب شیریں کا ایک چشمہ جاری کرایا۔

خلفائے بنو اُمیہ نے بصرہ میں کثرت سے نہریں کھدوائیں۔ علامہ بلاذری نے فتوح البلدان میں اس کا ذکر کیا ہے۔

عرب ایک پہاڑی مقام ہے۔ جہاں کے راستے نہایت دشوار ہیں۔ خلیفہ ولید نے اپنے عہد حکومت میں راستوں کو ہموار کیا۔ اور جا بجا کنویں بنوائے۔ تاکہ لوگ دوران سفر اپنے اور اپنی سواریوں کے لیے پانی حاصل کر سکیں۔

اور اس کے ساتھ ولید نے ایک اور عظیم کارنامہ سرانجام دیا کہ اس نے شفا خانے قائم کیے۔ تاکہ لوگوں کو علاج و معالجہ کی سہولت حاصل ہو۔

مورخ یعقوبی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ:

"ولید بن عبدالملک پہلا شخص ہے جس نے مریضوں کے لیے شفا خانہ بنایا۔"

ولید کا ایک اور کارنامہ یہ ہے کہ:

"مسافروں کے لیے سب سے پہلے حضرت عمر فاروق ﷛ نے مہمان خانہ تعمیر کرایا۔ اس کے بعد حضرت عثمان نے اس کی تقلید کی۔ اور ولید نے بھی اس سنت راشدہ کو قائم رکھا۔ اور ایک مہمان خانہ تعمیر کروایا۔"

نادار اور اپاہج لوگوں کے علاج کا سلسلہ حضرت عمر فاروق کے دور میں شروع ہوا۔ اور آپ نے ان کے وظائف مقرر کیے۔ خلفائے بنو اُمیہ میں ولید بن عبدالملک (۸۶ھ۔۹۶ھ) اور اس کے بعد ولید بن یزید بن عبدالملک (۱۲۵ھ۔۱۲۶ھ) نے بھی اس کی تقلید کی۔

عمارات کی تعمیر کا سلسلہ حضرت امیر معاویہ کے دور میں شروع ہوا۔ مورخ یعقوبی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ:

امیر معاویہ پہلے شخص ہیں۔ جنہوں نے شاندار عمارتیں تعمیر کرائیں۔ اور ان کے بعد ولید بن عبدالملک نے اس کی طرف توجہ کی۔ اور اپنے عہد حکومت میں شاندار

عمارتیں تعمیر کرائیں۔ اس کو عمارتیں بنانے کا بہت زیادہ شوق تھا۔ مولانا عبدالسلام ندوی آداب السلطانیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

"ولید بن عبدالملک کو عمارات و جہاز سازی کے کارخانے وغیرہ بنانے کا بہت ذوق تھا۔ یہاں تک کہ اس کے زمانے میں جب لوگ آپس میں ملتے تھے۔ تو صرف عمارات کا تذکرہ کرتے تھے۔"

ولید نے جو عمارتیں تعمیر کرائیں۔ ان میں مسجد نبویؐ مسجد اقصیٰ، جامع مسجد دمشق اور مسجد دمشق خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

سلیمان بن عبدالملک (۹۶ھ۔ ۹۹ھ) نے رملہ شہر آباد کیا۔ مختلف قسم کے جدید انتظام کیے۔

خلفائے بنو اُمیہ نے اپنے دور حکومت میں مختلف قسم کے جدید انتظام کیے۔

ڈاک کا انتظام حضرت امیر معاویہ کے دور سے شروع ہوا۔ اس کے علاوہ حضرت امیر معاویہ نے دیوان الخاتم کا محکمہ قائم کیا۔ دیوان الخاتم کا مطلب یہ ہے کہ جو حکومت کی طرف سے فرمان جاری ہوتا تھا۔ اس کی نقل رکھی جاتی تھی اور اس پر مہر لگائی جاتی تھی۔

عرب ممالک کے علاوہ دوسرے مفتوحہ ممالک کی زبان فارسی تھی اور فارسی ہی میں خط و کتابت کا سلسلہ جاری تھا۔ لیکن عبدالملک بن مروان (۶۵ھ۔ ۸۶ھ) کا دور حکومت آیا۔ تو انہوں نے حکم دیا۔ کہ اب تمام خط و کتابت عربی زبان میں کی جائے یعنی عبدالملک نے عربی زبان کو سرکاری زبان قرار دیا۔

اور خلیفہ ولید کا جب دور حکومت آیا تو اس نے بھی اس پر توجہ خاص کی۔ اور عیسائیوں کو بھی حکم جاری کر دیا کہ وہ خط و کتابت رومی زبان کی بجائے عربی زبان میں کریں۔

صنعت و حرفت کی طرف بھی خلفائے بنو اُمیہ نے توجہ کی۔ اور اس سلسلہ میں

سلیمان بن عبدالملک (۹۶ھ۔ ۹۹ھ) نے بہت زیادہ دلچسپی لی۔ وہ خود بہت عمدہ لباس زیب تن کرتا تھا۔ اور اپنے خاندان اور ملازمین کو بھی اس کا حکم دیتا تھا کہ عمدہ لباس استعمال کیا کریں۔ چنانچہ اس کے دور میں صنعت وحرفت کو خوب ترقی ہوئی۔

مولانا عبدالسلام ندوی مؤرخ مسعودی کی مروج الذہب کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

"سلیمان بن عبدالملک کے زمانے میں یمن' کوفہ اور اسکندریہ میں عمدہ کپڑے بنائے گئے اور لوگوں نے ان کپڑوں کے جبے' عمامے' چادریں' پاجامے اور ٹوپیاں پہنیں۔"

علوم وفنون کی ترقی اور ترویج واشاعت میں خلفاء بنو اُمیہ کے دور میں جو علمی کام ہوئے۔ اور اس سلسلہ میں خلفاء نے جو دلچسپی لی اس کا ذکر علیحدہ باب (نمبر ۱۸) میں کیا گیا ہے۔



باب ۱۸:

علوم وفنون کی ترویج واشاعت

علوم وفنون کی ترویج واشاعت میں خلفائے بنو اُمیہ کی خدمات قدر کے قابل ہیں۔ اور اس سلسلہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے مختصر دورِ حکومت میں جو علمی خدمات انجام دیں۔ اس کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

قرآن

قرآن مجید جو تمام اسلامی علوم کا سرچشمہ ہے اگرچہ خلافت راشدہ کے زمانے تک مرتب ومدون ہو چکا تھا۔ لیکن اس پر اعراب نہیں لگائے گئے تھے۔ عربوں کے لیے تو اس کی قرأت مشکل نہ تھی۔ لیکن غیر عرب لوگوں کے لیے اس کی قرأت میں دشواری پیش آتی تھی اور خاص کر عراق میں اس کے متعلق بہت ہی غلطیاں ہوتی تھیں۔ حجاج بن یوسف ثقفی نے اس پر اعراب لگوائے۔ (تاریخ ابن خلکان تذکرہ حجاج)

تفسیر

فن تفسیر بنو اُمیہ کے دور میں رائج ہوا۔ اور انہی کے زمانہ میں بڑے بڑے مفسرین کرام پیدا ہوئے۔ تفسیر کی پہلی کتاب جو حضرت سعید بن جبیر نے لکھی وہ عبدالملک بن مروان کے حکم سے لکھی گئی۔

(میزان الاعتدال)

حدیث

علم حدیث کی تدوین و تالیف حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا عظیم کارنامہ ہے۔ جس کی تفصیل آپ باب نمبر (٦) میں پڑھ آئے ہیں۔

اصول لغت

اصول لغت کی تدوین بھی بنو اُمیہ کے دور میں ہوئی تھی۔ اور خلفائے بنو اُمیہ کو اس فن سے بہت زیادہ دلچسپی تھی۔

حافظ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں کہ:

"ولید کو اس کے باپ عبدالملک نے بڑے نازو نعم سے پالا تھا۔ اس لیے وہ ان پڑھ رہ گیا۔ روح بن زنباع کہتے ہیں کہ میں ایک دن عبدالملک کے پاس گیا۔ تو میں نے اس کو غمگین پایا۔ تو میں نے عبدالملک سے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے جواب دیا کہ میں اپنا ولی عہد کس کو بناؤں۔ وہ ان پڑھ ہے۔ اور اس کو علم نحو بھی نہیں آتا۔

ولید نے ہماری گفتگو سن لی۔ چنانچہ اس نے اس وقت علمائے نحو کو جمع کیا۔ اور ان سے درس لینا شروع کیا اور ٦ ماہ ان سے درس لیتا رہا۔"

(تاریخ الخلفاء ص ۳۲۲)

تاریخ

فن تاریخ کی تدوین و ترتیب بھی بنو اُمیہ کے دور میں ہوئی۔ اور اس دور میں تاریخ کی کتابیں تصنیف ہوئیں۔ خلفائے بنو اُمیہ کو اس فن سے بہت زیادہ دلچسپی تھی۔ حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان کے بارے میں مؤرخین نے لکھا ہے کہ وہ روزانہ عشا کی نماز کے بعد علمائے کرام سے تاریخی واقعات سنتے تھے۔

یونانی علوم و فنون کے تراجم

یونانی علوم و فنون کے تراجم کی ابتدا بھی بنو اُمیہ کے دور میں ہوئی۔ مولانا

عبدالسلام ندوی لکھتے ہیں کہ:

"ابن اثال نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے یونانی زبان سے طب کی متعدد کتابوں کے تراجم عربی زبان میں کیے۔"

تدبیر وسیاست

خلفائے بنو اُمیہ کے جبر و استبداد کے واقعات بہت زیادہ بیان کیے جاتے ہیں۔ لیکن تاریخ اس کی تصدیق نہیں کرتی۔

حضرت امیر معاویہ کے بارے میں تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ:

"وہ دن اور رات میں پانچ مرتبہ دربار کرتے تھے۔"

عبدالملک بن مروان کے بارے میں مولانا عبدالسلام ندوی جاحظ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ:

"عبدالملک بن مروان سخت بیدار مغز تھا۔ اور اپنے عمال کی سخت نگرانی کرتا تھا۔"

اور خلیفہ ولید کے بارے میں مؤرخین نے لکھا ہے کہ:

"ولید اخلاقی حیثیت سے اہل شام کے نزدیک تمام خلفائے بنو اُمیہ سے اچھا تھا۔"

سلیمان بن عبدالملک کے بارے میں علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں کہ:

"سلیمان بن عبدالملک کے فخر و مزیت کے لیے صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ اور ان کے تمام نیک مشورے قبول کیے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ہمیشہ اس کو خیر کی طرف رغبت دلاتے اور نیکی کی طرف مائل کرتے تھے۔"

(تاریخ الخلفاء ص ۳۲۵)



باب : ۱۹

اموی حکومت کے زوال کے اسباب

اموی خاندان نے ۴۱ھ تا ۱۳۲ھ یعنی ۹۲ سال تک حکومت کی۔ آخر وہ کیا اسباب تھے کہ اس خاندان کی حکومت ختم ہو گئی۔ اور ان کی جگہ عباسی خاندان سر یر آرائے سلطنت ہو گیا۔

مؤرخین اسلام نے کئی اسباب بیان کیے ہیں جن کی وجہ سے خاندان بنو اُمیہ کا دفتر الٹ دیا گیا۔

عرب میں زمانہ جاہلیت ہی سے اموی اور ہاشمی دو حریفانہ طاقتیں قائم تھیں۔ جن کی آپس میں رقابت تھی۔

مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں کہ:

"حضرت اسماعیل علیہ اسلام کی اولاد میں رسول اللہ ﷺ کے والد کے پردادا عبد مناف کی شخصیت بہت اہم ہے۔ ان کے چار بیٹے تھے۔

نوفل۔ مطلب۔ ہاشم۔ عبد شمس۔

بنی ہاشم اور بنی اُمیہ کی رقابت کے معنی ہیں۔ ہاشم اور عبد شمس کی اولادوں کی نااتفاقی۔ ہاشم اگرچہ عبد شمس سے چھوٹا تھا۔ لیکن وہ اپنی لیاقت اور فیاضی سے قوم کا پیشوا بن گیا۔ اس نے قیصر روم اور نجاشی شاہ حبشہ سے تجارتی مراعات حاصل کیں۔ اور اس کے بعد خانہ کعبہ کے انتظامات بھی اس کے متعلق ہو گئے۔ یہ سب چیزیں ہاشم کے بھتیجے اُمیہ بن عبد شمس کو بہت ناگوار گزریں اور ایک موقع پر اس نے اپنے چچا ہاشم کو لڑائی کا چیلنج دے دیا۔

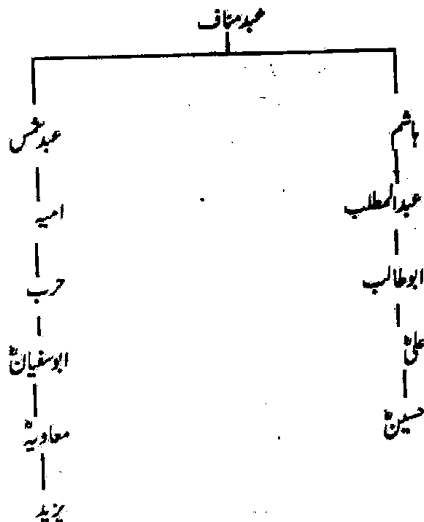
شرط یہ تھی کہ چچا (ہاشم) اور بھتیجے (اُمیہ) کے درمیان مناظرہ ہوگا۔ قبیلہ خزاعہ کا ایک کاہن اس مناظرے کا فیصلہ دے گا۔ اور فریقین اس کو منظور کر لیں گے۔ طے پایا کہ ہارنے والا شخص جیتنے والے کو (۵۰) سیاہ اونٹ دے گا۔ اور دس سال کے لیے جلا وطن کر دیا جائے گا۔

ہاشم اور اُمیہ میں مناظرہ ہوا۔ جج نے اُمیہ کی شکست کا اعلان کر دیا۔ اُمیہ نے (۵۰) اونٹ دیئے اور شام کی طرف جلا وطن کر دیا گیا۔ بس اس نقطے سے بنی ہاشم اور بنی اُمیہ میں عناد کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

(انسانیت موت کے دروازے پر ص ۵۷۔۵۸)

بنی ہاشم اور بنی اُمیہ کی رقابت کا سلسلہ اسلام سے قبل شروع ہوا۔ اور اسلام کے بعد بھی رقابت کا سلسلہ جاری رہا۔ تا آنکہ حضرت علیؓ بن ابی طالب جو بنی ہاشم سے تھے اور حضرت امیر معاویہؓ جن کا تعلق بنی اُمیہ سے تھا' کے درمیان ۳۷ھ میں معرکہ صفین ہوا۔

حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کا شجرہ نسب اس طرح ہے۔



معرکہ صفین کے بعد حادثہ کربلا پیش آیا۔ جس میں حضرت حسین بن علی شہادت سے سرفراز ہوئے۔

بنو اُمیہ کے زوال کے اسباب مؤرخین نے جو بیان کیے ہیں۔ ان کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

اول

بنو اُمیہ کے زوال کا بنیادی سبب یہ تھا کہ اسلامی خلافت کی جگہ بادشاہت نے لے لی اور رفتہ رفتہ شخصی حکومتوں کی قائم کردہ برائیاں پیدا ہوگئیں۔ بادشاہت کی بنیاد رکھنے والے اگرچہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ لیکن وہ صحابیٔ رسول تھے اور انہوں نے رسالت کا مقدس دور دیکھا تھا۔ اس لیے شخصی حکومت کے قیام کی بدعت کے باوجود انہوں نے اپنے آپ کو جادۂ شریعت پر قائم رکھا۔ لیکن ان کے جانشین ان کی روش پر قائم نہ رہ سکے اور امیر معاویہ کے بعد اُموی حکومت اسلامی روح سے خالی ہوگئی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے سوا دو سالہ حکومت میں وہی نظام رائج کیا' جو خلافت راشدہ کا نظام تھا لیکن ان کے بعد ان کے جانشین اپنی اسی روش پر آگئے۔ جو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے خلیفہ بننے سے پہلے تھی۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ بنی ہاشم اور اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ان کے حریف مقابل تھے۔ راضی رکھنے کی کوشش کی اور ان سے اچھے تعلقات استوار رکھے۔ انہی اچھے تعلقات کا یہ نتیجہ تھا کہ امیر معاویہ کے دور میں کسی قسم کی انقلابی تحریک نہیں اٹھی۔

امیر معاویہ کے بعد یزید بن معاویہ خلیفہ بنا لیکن وہ اپنے والد کی روش اختیار نہ کر سکا۔ اس کے زمانہ ہی میں حضرت حسین بن علی بن ابی طالب کربلا میں شہید ہوئے۔ اور حرمین شریفین کی بھی بے حرمتی ہوئی۔

شیعہ اور خارجی دو فرقے تھے۔ اور ان کا مسلک جداگانہ تھا۔ لیکن بنی اُمیہ کی مخالفت میں دونوں مشترک تھے۔ ان دونوں جماعتوں نے کبھی بھی بنی اُمیہ کو سکھ کا سانس

نہیں لینے دیا۔ عراق میں ان کی ریشہ دوانیاں آئے دن جاری رہتی تھیں اور انہوں نے بنی اُمیہ کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ آخر بنی اُمیہ نے حجاج بن یوسف ثقفی جو اپنے ظلم و استبداد میں مشہور تھا۔ کی خدمات حاصل کیں جس نے اپنی بے پناہ تلوار اور بے باک سفاکی سے ان کو کچھ سکھ کا سانس لینے کا موقع دیا۔

خلفائے بنو اُمیہ میں بعض خلفاء جبر و استبداد میں خاصے مشہور تھے اس وجہ سے بہت سے خواص امت ان کے مخالف تھے اور انہوں نے جب بھی ان کو موقع ملتا تھا مخالفت پر کمر بستہ ہو جاتے مؤرخین نے لکھا ہے کہ عبدالملک بن مروان کے زمانہ حکومت میں عبدالرحمٰن بن اشعث نے بغاوت کی تو کئی سو علماء اور حفاظ نے ابن اشعث کی حمایت کی اور حکومت کی مخالفت کی۔

دوم

بنو اُمیہ کے زوال کا دوسرا سبب ولی عہدی کا نظام تھا خلفائے بنو اُمیہ نے ایک وقت میں یکے بعد دیگرے ایک سے زیادہ ولی عہد نامزد کرنے شروع کر دیے جو ان کے زوال کا سبب بنی کیونکہ عموماً پہلا ولی عہد اپنی تخت نشینی کے بعد اپنے بعد کے ولی عہد کو محروم کر کے اپنے لڑکے کو ولی عہد بنانے کی کوشش کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے ایک طرف خاندان میں پھوٹ پڑتی تھی اور دوسری طرف اراکین سلطنت میں گروہ بندی ہو جاتی تھی اور درپردہ مخالفت کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا چنانچہ ایک دوسرے سے انتقام لینے کی ٹوہ میں لگے رہتے اس قبیح رسم کا آغاز مروان بن الحکم نے کیا۔ ۶۱ھ میں معاویہ بن یزید اپنے والد یزید بن معاویہ کے انتقال کے بعد خلیفہ بنا۔ یہ ۲۱ سال کا صالح نوجوان تھا (۴۰) دن کے بعد خلافت سے دستبردار ہو گیا اور اس کی جگہ مروان بن الحکم خلیفہ بنا۔ مروان کا دور حکومت (۶۴ھ-۶۵ھ) تک محیط ہے۔

معاویہ بن یزید کے بعد خالد بن یزید نے خلیفہ بننا تھا لیکن وہ کم عمر تھا اس لیے اراکین سلطنت نے اس کو خلیفہ نہ بنایا اور مروان کو خلیفہ بنایا گیا۔ مروان کے سامنے ایک

شرط رکھی گئی تھی کہ اس کے بعد خالد بن یزید اور عمر بن سعید خلیفہ ہوں گے مروان نے اس وقت اس شرط کو منظور کر لیا لیکن جب حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تو وہ اس شرط سے منحرف ہوگیا اور دونوں کو ولی عہدی سے محروم کر کے اپنے دونوں بیٹوں عبدالملک اور عبدالعزیزؒ کو ولی عہد نامزد کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مروان کے انتقال کے بعد جب عبدالملک خلیفہ ہوا تو عمر بن سعید نے اس کے خلاف بغاوت کر دی اور عبدالملک نے اس کو قتل کرا دیا۔

مروان نے اپنے بعد عبدالملک اور عبدالعزیز کو ولی عہد مقرر کیا تھا جب عبدالملک خلیفہ ہوا تو اس نے اپنے بھائی عبدالعزیز کو ولی عہدی سے خارج کر کے اپنے لڑکوں ولید اور سلیمان کو ولی عہد بنانے کی کوشش کی اتفاق سے عبدالعزیزؒ کا انتقال عبدالملک کی زندگی ہی میں ہوگیا جس سے عبدالملک کے لیے راستہ ہموار ہوگیا۔

عبدالملک کے انتقال کے بعد ولید خلیفہ ہوا تو ولید نے بھی سلیمان کی جگہ اپنے بیٹے عبدالعزیز بن ولید کو ولی عہد بنانا چاہا اور ارا کین سلطنت خاص کر حجاج بن یوسف اور قتیبہ بن مسلم وغیرہ نے اس کی تائید بھی کی لیکن کچھ ایسے حالات پیدا ہوئے کہ ولید کو اس میں کامیابی نہ ہوئی ولید نے اپنے بیٹے عبدالعزیز بن ولید کو ولی عہد بنانے میں جو تحریک چلائی تھی۔ اس سے سلیمان بن عبدالملک بخوبی واقف تھا۔ اور اس کو اس کے بارے میں علم تھا کہ کون کون اس سلسلہ میں ولید کا ساتھ دے رہا ہے ولید نے ۹۶ھ میں انتقال کیا اور اس کی جگہ سلیمان بن عبدالملک خلیفہ ہوا۔ سلیمان نے خلافت سنبھالتے ہی اپنے مخالف امراء سے انتقام لینا شروع کر دیا حجاج بن یوسف ولید کے دور حکومت میں ۹۵ھ میں انتقال کر گیا تھا۔ اس لیے سلیمان نے اس کے خاندان سے انتقام لیا چنانچہ محمد بن قاسم فاتح سندھ اسی انتقام کا شکار ہوا۔ سلیمان نے ۹۹ھ میں انتقال کیا۔ سلیمان نے بھی یہ وصیت کی تھی کہ میرے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ ہوں گے اور ان کے بعد یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوں گے چنانچہ سلیمان کے بعد حضرت عمر بن

عبدالعزیزؒ خلیفہ ہوئے۔ جن کی مدت خلافت سوا دو سال ہے ۱۰۱ھ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے انتقال کیا تو ان کے انتقال کے بعد یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوا۔ جس کی خلافت ۱۰۱ھ تا ۱۰۵ھ تک محیط ہے

سوم

بنو اُمیہ کے زوال کا تیسرا سبب امراء و اراکین سلطنت سے بدسلوکی اور ان کی ناقدر دانی تھی جن کی قوت کے بل پر ان کی حکومت قائم تھی سلیمان بن عبدالملک کو ولی عہدی سے ہٹانے کے سلسلہ میں جن ارکان سلطنت نے جو کچھ کردار ادا کیا سلیمان نے اس کو اپنے دل میں رکھا اور تخت نشینی کے بعد ان سے انتقام لیا۔

حجاج بن یوسف ثقفی نے سلیمان کو ولی عہدی سے خارج کرانے میں خلیفہ ولید کی تائید کی تھی لیکن حجاج سلیمان کے خلیفہ ہونے سے پہلے دنیا سے چل بسا۔ اس لیے سلیمان نے حجاج بن یوسف کے خاندان سے انتقام لیا اور اس کے بھتیجے محمد بن قاسم کو جس نے ۱۷ سال کی عمر میں سندھ کو اسلامی قلمرو میں شامل کیا تھا۔ قتل کرا دیا۔

قتیبہ بن مسلم نے بھی حجاج بن یوسف کی طرح ولید کی تائید کی تھی سلیمان بن عبدالملک جب خلیفہ بنا تو قتیبہ بن مسلم اس وقت خراسان کا گورنر تھا۔ یہ بھی سلیمان کے عہد میں ایک معرکہ میں قتل ہوا۔

سلیمان کے انتقام کا تیسرا شکار فاتح افریقہ و اندلس موسیٰ بن نصیر بنا یہ کیوں سلیمان کے زیر عتاب آیا۔ اس کے بارے میں تاریخ ملت کے مصنفین لکھتے ہیں کہ:

> "سلیمان نے اس سے خواہش کی تھی کہ وہ دارالخلافہ میں داخل ہونے کے لیے اس کے عہد حکومت کا انتظار کرے۔"

مگر موسیٰ نے اس کی اس خواہش کو پورا کرنا ضروری نہ سمجھا تھا سلیمان بن عبدالملک نے عنان حکومت ہاتھ میں لینے کے بعد موسیٰ بن نصیر سے افریقہ کے خراج کے بقایا کا سختی کے ساتھ مطالبہ کیا موسیٰ اس مطالبہ کو پورا نہ کر سکا۔ تو اس نے اس کو قید کر

دیا۔ اور اس پر گرانقدر تاوان عائد کیا۔

۹۷ھ میں سلیمان نے حج بیت اللہ کیا۔ تو موسیٰ بن نصیر اسیرانہ حیثیت سے اس کے ساتھ تھا آخر مدینہ منورہ میں (۸۰) سال کی عمر میں اسلام کے اس فرزند سعید نے سفر آخرت اختیار کیا۔

(تاریخ ملت ج ا ص ۶۴)

یزید بن عبدالملک (۱۰۱ھ-۱۰۵ھ) نے آل مہلب جن کی اموی حکومت میں بڑی خدمات تھیں؛ کا خاتمہ کر دیا اس کے اسباب کچھ بھی ہوں لیکن خلفائے بنو اُمیہ کے اس اقدام سے امراء و رؤسا میں بددلی پھیلتی گئی اور حکومت کے ساتھ ان کی وفاداری کا جذبہ باقی نہ رہا۔

تاریخ ملت کے مصنفین لکھتے ہیں کہ اس نامور خاندان (آل مہلب) نے اپنے قابل فخر کارناموں سے بنو اُمیہ کی عظمت میں چار چاند لگائے لیکن یزید بن عبدالملک نے ان کا ستارۂ اقبال غروب کر دیا۔

چہارم

بنو اُمیہ کے زوال کا آخری سبب یہ تھا کہ مختلف قبائل کی باہمی خانہ جنگی نے بنو اُمیہ کی کشتی کو ڈبو دیا۔ مضری اور یمنی قبائل کا آپس میں تعصب اور خانہ جنگی زمانہ جاہلیت سے چلی آ رہی تھی۔ اسلام نے ان کی باہمی رنجش کو ختم کر کے ان کو آپس میں متحد کر دیا تھا لیکن جب تک ان قبائل میں اسلام کا غلبہ رہا یہ دونوں قبائل آپس میں شیر و شکر رہے جیسے جیسے ان میں اسلام کی روح ختم ہوتی گئی ان کا باہمی تعصب عود کر آیا۔ بنو اُمیہ کا تعلق قبیلہ مضر سے تھا۔ اور جو ان کے مخالف تھے وہ یمنی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ مضر سے تھا۔ بڑے صاحب فہم و بصیرت تھے۔ انہوں نے اپنے تدبر اور حسن بصیرت سے حالات پر قابو رکھا۔ اور ان کے بعد بھی جو خلفاء آئے انہوں نے بھی حالات کو کنٹرول میں رکھا۔ لیکن آخری زمانہ کے خلفاء

حالات پر کنٹرول نہ کر سکے اور ایسے حالات ہو گئے کہ ایک طرح سے آخری زمانہ کے خلفاء بے بس ہو گئے جس کے نتیجہ میں باہمی تعصب کم نہ ہوا بلکہ زیادہ ہو گیا۔

بنی اُمیہ کی قوت کا دار و مدار زیادہ تر یمنی قبائل پر تھا۔ اس لیے ابتدائی دور میں ان کو کافی عروج حاصل ہوا ان قبائل کے بیشتر ارکان حکومت کے عہدے دار تھے یمنی قبائل میں مہلب بن ابی صفرہ خراسان کا گورنر تھا۔ یہ شخص بڑا شجاع' مدبر اور صاحب فہم و بصیرت تھا اور اس کے لڑکے بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر تھے۔ اس لیے مہلب کی اولاد کو بڑا عروج حاصل ہوا۔

سوئے اتفاق سے قبیلہ مضر اور قبیلہ یمن میں اختلاف پیدا ہو گیا اور یہ اختلاف یزید بن مہلب (قبیلہ یمن) اور یزید بن عبدالملک (قبیلہ مضر) میں ہوا۔ ابن مہلب نے ابن عبدالملک کے خلاف علم بغاوت کو بلند کر دیا اور کئی علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ آخر ابن مہلب کو شکست ہوئی اور ابن عبدالملک نے اس تمام قبیلے کا خاتمہ کر دیا۔

یزید بن عبدالملک کے بعد ہشام بن عبدالملک اور ہشام کے بعد ولید بن یزید بن عبدالملک نے بھی قبیلہ یمن سے تعصب رکھا۔ اور ان کی تحقیر و تذلیل میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ اور آخر میں ان میں خانہ جنگی کا سلسلہ شروع ہوا۔

۱۲۷ھ میں بنو اُمیہ کا آخری خلیفہ مروان بن محمد بن مروان تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ یہ بڑا بہادر' جفاکش' معمر اور تجربہ کار تھا اس وقت حکومت کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ اس نے حالات پر قابو پانے کی پوری کوشش کی لیکن اس کو کامیابی حاصل نہ ہوئی ملک میں ہر طرف بغاوتیں ہونے لگیں۔ سب سے پہلے کوفہ میں عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب نے بغاوت کا علم بلند کیا۔ کوفیوں کی ایک خاصی بڑی تعداد اس کی ہم نوا ہو گئی اس وقت کوفہ کے گورنر عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز تھے۔ انہوں نے اپنے اثر و اقتدار سے عبداللہ بن معاویہ کی طاقت کو توڑ دیا۔ عبداللہ بن معاویہ اپنی جان بخشی کرا کے کوفہ سے نکل گیا۔

اس کے بعد شام کے مختلف شہروں میں بغاوتیں رونما ہوئیں پہلے حمص میں بغاوت ہوئی مروان بن محمد نے خود وہاں جا کر اس بغاوت کو فرو کیا اور پانچ سو رومیوں کو گرفتار کر کے تختہ دار پر لٹکا دیا۔ مروان حمص ہی میں تھا کہ اس کو اطلاع ملی کہ اہل غوطہ نے دمشق پر حملہ کر دیا ہے مروان نے ان کے مقابلہ میں دس ہزار کا لشکر بھیجا۔ بڑا زبردست معرکہ ہوا۔ آخر میں اہل غوطہ کا سردار خالد بن عبداللہ قسری گرفتار ہو کر قتل ہوا۔

اہل فلسطین نے بغاوت کا علم بلند کیا۔ مروان نے یہ بغاوت بھی کچل دی ابھی یہ بغاوتیں فرو نہ ہوئی تھیں کہ سلیمان بن ہشام مروان کی مخالفت میں اٹھ کھڑا ہوا اور ۷۰ ہزار آدمی لے کر مروان کے مقابلہ میں آ گیا مروان کی فوج نے اس کا مقابلہ کیا۔ سلیمان بن ہشام کی فوج کے ۳۰ ہزار آدمی قتل ہوئے اور مروان نے اس کو عبرتناک شکست سے دوچار کیا۔

مروان بن محمد کا تمام عہد حوادث و اضطراب سے لبریز ہے۔ خراسان میں قبائلی عصبیت نے جنم لیا۔ اور وہاں کا گورنر نصر بن سیار مضری قبائل کا طرفدار تھا۔ اس سے وہاں آئے دن ایسے واقعات رونما ہوتے رہتے تھے۔ جن سے بدامنی پھیلتی تھی۔ اور حالات پرسکون نہیں رہتے تھے۔

دوسری طرف عراق میں خوارج نے شرارتیں شروع کر رکھی تھیں کوفہ اور بصرہ ان کا مرکز تھا۔ مروان نے ابن ہبیرہ کو ان کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ چنانچہ دونوں جگہ ابن ہبیرہ نے خارجیوں کی سرکوبی کی۔

جب خراسان میں حالات پرسکون نہ تھے۔ تو اس وقت وہاں ابومسلم خراسانی جو عجمی النسل اور پارسی نژاد نوجوان تھا۔ خراسان کی سیاست میں داخل ہوا۔ اس نے خراسان کے حالات کا رخ ہی بدل دیا۔ یہ شخص امام ابراھیم کا معتقد تھا۔ ۱۲۸ھ میں ابراہیم نے اس کو امیر جماعت خراسان بنا کر بھیجا۔ اور اس کو ایک وصیت کی۔ جو مؤرخ ابن اثیر کے الفاظ میں یہ تھی۔

''تم ہمارے گھر کے آدمی ہو میری وصیت کو اچھی طرح یاد رکھو یمن کے قبیلہ کا خیال رکھنا۔ اور انہیں اپنے ساتھ ملائے رکھنا۔ اور ان ہی کے ساتھ رہنا سہنا۔ تم اپنے مقصد میں ان کو ساتھ ملا کر ہی کامیاب ہو سکتے ہو۔ ربیعہ پر اعتماد نہ کرنا۔ اور نصر کو تو قریبی دشمن سمجھنا۔ پھر تم کسی کو مشکوک میں پاؤ۔ اس کو قتل کر دینا۔ اور جب موقع آئے تو کسی عربی بولنے والے کو خواہ مضری ہو یا یمنی یا ربعی زندہ نہ چھوڑنا۔''

(تاریخ ابن اثیر ج ۵ ص ۱۳)

ابو مسلم نے خراسان میں آہستہ آہستہ اپنی ایک جماعت بنا لی۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس کے اردگرد کافی لوگ جمع ہو گئے۔ اور اس نے عباسی تحریک سے لوگوں کو روشناس کرانا شروع کر دیا۔ چنانچہ جب ابو مسلم کے ساتھ لوگوں کی تعداد زیادہ ہو گئی۔ تو اس نے مرو پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا۔ اور اس کے بعد ابو مسلم نے خراسان اور عراق عجم کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ مروان کو ابو مسلم کی کرتوتوں کی اطلاع مل رہی تھی۔ لیکن مروان بری طرح خارجیوں کی کشمکش میں مبتلا تھا۔ وہ خراسان کے دفاع کے لیے کچھ نہ کر سکا۔ آخر ابو مسلم خراسان اور عراق عجم پر قابض ہو گیا۔

مروان کو جب اس کی اطلاع ملی تو موصل چلا گیا۔ موصل سے دمشق، اردن اور فلسطین ہوتا ہوا مصر پہنچا۔ یہاں اس کو عباسی فوج نے ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۲ھ کو قتل کر دیا۔ اس وقت مروان کی عمر ۶۲ سال تھی۔ ۴۱ھ میں خلافت بنو اُمیہ کا آغاز ہوا۔ اور ۱۳۲ھ میں اس کا خاتمہ ہو گیا۔

قل اللهم مالك الملك تؤتي الملك من تشاء و تنزع الملك ممن تشاء وتعز من تشاء و تذل من تشاء بيدك الخير انك على كل شي قدير۔

مولانا عبدالسلام ندوی کا تبصرہ

مولانا عبدالسلام ندوی لکھتے ہیں کہ:

''حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا عظیم الشان کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے مختصر دورِ حکومت میں قدیم جبر و استبداد کا استیصال کیا۔ آپ کی خلافت سے پہلے ہی بنو اُمیہ کی سلطنت کے زوال کے اسباب پیدا ہو گئے تھے۔ اور وہ آہستہ آہستہ ترقی کرتے گئے۔ یہاں تک کہ عرب کی خانہ جنگی نے ان کو کامل طور پر نشوونما دے دی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دورِ خلافت کو ان سے کوئی تعلق نہ تھا۔''



اردو بازار نزد ریڈیو پاکستان کراچی۔
فون:2212991-2629724



ISBN 969-8773-20-7